KHAQAAN KI DASTAAN-UPLOAD BY SALIMSALKHAN

سنہ ۱۲۲۷ء میں جو بارہ جانوروں کی جنتری کے اعتبار سے خنزیر کا سال کہلاتا تھا۔ خانِ اعظم چنگیز خان مر گیا۔ اس کا سب سے بڑا بیٹا جوچی اس کی موت سے تھوڑے عرصے پہلے ہی مر چکا تھا۔ باقی تین بیٹوں کے لئے خانِ اعظم نے کئی ملکوں پر مشتمل ایک وسیع و عریض مملکت چھوڑی تھی۔ وہ جاہل تھا مگر اپنی قوم کو ایک مجموعۂ قوانین دے گیا تھا۔ اس مجموعۂ قوانین کا نام "یاسا" تھا۔ اور اس قیمتی قانون نامے کو قیمتی دھات سونے کے اوراق پر لکھوا کر محفوظ کر دیا گیا تھا۔ منگولوں کے نزدیک یہ ایک مقدس آسمانی صحیفہ تھا۔ جسے خانِ اعظم کے بیٹوں کے علاوہ کوئی چھو بھی نہیں سکتا تھا۔ خانِ اعظم کے وہ بیٹے جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے، "یاسا" کو چھو یا دیکھ ہی سکتے تھے۔

خانِ اعظم کے بیٹوں اور اس کی قوم کو دوسری قیمتی چیز یاک کی نو دُموں والا پرچم ملا تھا۔ اس پرچم کے زیرِ سایہ معلوم دنیا کے بڑے بڑے حکمرانوں کو سرنگوں کر دیا گیا تھا۔ آبادیاں قبرستانوں میں تبدیل ہو گئی تھیں اور شہر خاک اور خون میں ڈبو دیئے گئے تھے۔ غم زدہ اور اپنی اندرونی شکست و ریخت میں مبتلا خانِ اعظم کے بیٹوں اور منگولوں کو ان کے چالاک اور شاطر شامانوں (ساحروں) نے یہ خوش خبری سنائی تھی کہ مُردہ خانِ اعظم کی سولد (روح) اب یاک کے نو دُموں والے پرچم میں حلول کر چکی ہے۔ اس لئے بقیہ معلوم دنیا کو اسی پرچم کے زیرِ سایہ مسخر کیا جا سکتا ہے۔

خانِ اعظم کی موت کے بعد اس کے سب سے چھوٹے بیٹے تولائی نے اپنے باپ کی نیابت کے فرائض انجام دینا شروع کر دیئے کیونکہ اس کا سب سے بڑا بھائی چغتائی صحرائے گوبی کے اس پار کوہستانِ الطائی سے سمرقند تک حکومت کر رہا تھا۔ اور اسے خانِ اعظم کی موت کی خبر بھیجی جا چکی تھی۔

تولائی کا منجھلا بھائی اوغدائی سائبیریا کے مغرب میں دریائے یمی سی کے قریب پڑاؤ ڈالے پڑا تھا۔ جب اس کو خانِ اعظم کی موت کی اندوہناک خبر سنائی گئی تو وہ کرغیز اور ترک قبائلیوں کے ساتھ اپنے مرکز قراقرم کی طرف چل پڑا۔ یہ لوگ بھیڑیئے کی کھالوں کا لباس پہنے ہوئے تھے۔ اوغدائی گھوڑے کے بجائے ایک گاڑی میں سوار تھا۔ گاڑی پر سونے کا ملمع چڑھا ہوا تھا اور اوغدائی کے حاشیہ نشین سوار گاڑی پر شامیانہ تانے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ اوغدائی عظیم الشان شہنشاہ کی طرح محوِ سفر تھا۔

اوغدائی کے پاس ہی اس کی سب سے چہیتی بیوی تورا کینہ بیٹھی تھی۔ اس کے سر پر پروں کی کلغی اور بازوؤں پر سونے کے وزنی کڑے تھے۔ تورا کینہ ایک سردار کی بیوی رہ چکی تھی۔ جب ایک مقابلے میں منگولوں نے تورا کینہ کے شوہر کو قتل کر دیا اور اسے اوغدائی کے رُوبرو پیش کیا گیا تو وہ اس منگول شہزادے کو بہت اچھی لگی۔ اوغدائی نے تورا کینہ کو اپنی بیوی بنا لیا۔ یہ کچھ عجیب و غریب انتخاب تھا، بھدی اور مردانہ وضع قطع کی تورا کینہ میں وہ کون سی دلکشی تھی۔ جس نے اوغدائی کو اپنا والہ و شیدا بنا لیا تھا۔ یہ ایک ناقابلِ فہم سوال تھا۔ منگول سردار تورا کینہ کو سراپا غور سے دیکھتے اور اس میں وہ سحر تلاش کرتے جس نے اوغدائی کو بے بس اور مجبور کر دیا تھا۔ اور ناکام ہو کر خود معمہ بن جاتے۔

تورا کینہ کو کچھ پتہ نہ تھا کہ اس کا شوہر اوغدائی کیا سوچ رہا ہے خود تورا کینہ کو ایک ہی فکر تھی۔ خانِ اعظم کی موت کے بعد نیا خاقان کون

ہوگا؟ چغتائی، تولوئی یا خود اس کا شوہر اوغدائی؟ منگولوں کے دستور کے مطابق خانِ اعظم کا سب سے چھوٹا بیٹا تولوئی اس منصب کا حق دار تھا اور وہ یوں بھی خانِ اعظم کی زندگی میں منگولوں کا سالارِ اعظم رہ چکا تھا۔ اس کا خیال تھا، شاید منگول قوم اور فوج تولوئی کا ساتھ دے گی اور اس طرح چھوٹا خان سب سے بڑا خان بن جائے گا۔

اس کے ساتھ ہی جب وہ چغتائی کی بابت سوچتی تو تولوئی کا خاقان بننا ناممکن نظر آتا۔ چغتائی، جو منگول زبان میں، جنگلی گھوڑے کے معنی رکھتا تھا، سرکش، ضدی، قانونی اور سب کو اپنے سے کم تر سمجھنے والا شخص تھا۔ اس میں جنگلی گھوڑے جیسی تندی اور وحشت تھی یہاں تک کہ حسین ترین عورتوں کا سوچ بھی اس پر کوئی اثر نہ کرتا تھا۔ کیا چغتائی اپنے چھوٹے بھائی تولوئی کے آگے سرِ تسلیم و اطاعت خم کر دے گا۔ شاید نہیں۔ اور اگر نہیں تو کیا خانِ اعظم کے بیٹوں میں خطرناک اور تباہ کن خانہ جنگی نہیں شروع ہو جائے گی؟

ان دونوں کے مقابل اس کا شوہر اوغدائی تھا۔ بہادر، جفاکش اور نہ تھکنے والا اوغدائی۔ اس کے مزاج میں بھی سختی اور تشدد تھا۔ وہ ظلم اور سفاکی میں کسی سے کم نہیں تھا۔ مگر ان منگولی اوصاف اور خصائص کے ساتھ ہی وہ حسن پرست بھی تھا۔ وہ سنجیدہ اور خاموش طبع شخص نہیں تھا۔ وہ ہنستا تو اس کے قہقہوں کی آواز بہت دور تک سنی جاتی۔ وہ کچھ سوچنے کا بھی عادی تھا اور جب وہ کسی نازک اور سفاکی کا مطالبہ کرنے والے معاملے پر غور کرتا تو دل کے کسی گوشے سے رحم اور مروت نمودار ہو کر اوغدائی خان کو بہت تنگ کرتے۔ توراکینہ سوچتی کہ چغتائی اور تولوئی کے مقابلے میں اوغدائی زیادہ ہی کمزور انسان ہے۔ لیکن ایک ایسا راز اس کے علم میں ضرور تھا۔ جو اوغدائی کو خانِ اعظم کا جانشین بنا سکتا تھا۔ وہ راز تھا، چنگیز خان کی یہ وصیت کہ اس کے بعد اس کی قوم کا خاقان اس کا منجھلا بیٹا اوغدائی خان ہوگا۔ چنگیز خان کی وصیت زبانی تھی مگر جب یہ وصیت کی جا رہی تھی تو خانِ اعظم کے آس پاس چغتائی، اوغدائی، تولوئی اور جوجی خان بھی موجود تھے۔ وہیں ختا کا عقل مند عالم اور لمبی داڑھی اور لمبی مونچھوں والا خانِ اعظم کا مشیر یوبت سائی بھی موجود تھا اور خانِ اعظم کے دوسری طرف شریف، بامروت، دانا و فہیم مسلمان سالار محمد یلواج بھی موجود تھا۔ یہ مسلمان بھی چنگیز خان کا ہمراز اور ایماندار مشیر تھا۔ ان کے علاوہ کچھ اور منگول بھی خانِ اعظم کی وصیت کے گواہ تھے لیکن توراکینہ کے سامنے سوال تو یہ تھا کہ کیا یہ لوگ چغتائی اور تولوئی کے سامنے حق بات کہنے کی جرأت کر سکیں گے؟ — اور کیا خود چغتائی اور تولوئی بھی خانِ اعظم کی وصیت کے احترام میں اوغدائی کے حق میں خاموش ہو جانا گوارا کریں گے؟

بڑے مشکل سوال تھے۔ ان کا جواب کوئی انسان نہیں دے سکتا تھا۔ ان کا جواب صرف کسی کے پاس تھا تو وہ آنے والا وقت تھا۔

توراکینہ نے اپنے پریشان کن خیالات سے پیچھا چھڑانے کے لئے اوغدائی کی طرف دیکھا جو [illegible] میں، سر سے پاؤں تک کھالوں میں چھپی ہوئی قراقرم کی طرف بڑھ رہی تھی۔ توراکینہ کے خیال میں اگر اوغدائی چالاکی اور ہوشیاری سے کام لے تو وہ بآسانی خاقان بن سکتا ہے اور جب اس چالاکی میں اچانک اور غیر متوقع طور پر اوغدائی کی فوج بے رحمی اور سفاکی کا عملی مظاہرہ کر گزرے اور چغتائی، تولوئی اور چند دوسرے بااثر لوگوں کا صفایا کر کے اوغدائی کو جبراً خاقان بنا دے تو پھر کون اس کی مخالفت کرے گا؟ شاید کوئی بھی نہیں۔ توراکینہ کو ملکہ بننے کا بڑا شوق تھا۔

اس نے اپنے شوہر کی طرف دیکھا جو کسی گہری سوچ میں مبتلا تھا تو راکینہ کا چہرہ خوشی سے تمتما گیا۔ اس کو یقین تھا کہ اوغدائی بھی وہی کچھ سوچ رہا ہے جو وہ سوچ چکی ہے۔ توراکینہ نے فاتحانہ شان سے اپنی فوج، شوہر اور پھر افق کی طرف دیکھا اور متبسم ہو کر کوئی منگولی گیت گنگنانے لگی۔

اوغدائی چونک کر توراکینہ کی طرف دیکھنے لگا۔ اس نے بڑے افسوس سے سوال کیا۔ "توراکینہ! کیا تو اپنے باپ کی موت پر بھی اسی طرح گنگنائی تھی؟"

توراکینہ نے کوئی جواب دینے کے بجائے اوغدائی کو یاد دلایا۔ "اوغدائی! وہ رات تجھے بھی اچھی طرح یاد ہوگی جب خانِ اعظم اپنے عالی شان یورت (خیمے) کے باہر آگ کے الاؤ کے پاس بیٹھا تھا۔ اس وقت خانِ اعظم کے ایک طرف ختا کا لمبی داڑھی اور لمبی بڑی مونچھوں والا عقل مند یوبت سائی موجود تھا اور دوسری طرف نڈر اور دیانت دار محمد یلواج بیٹھا تھا۔ خانِ اعظم کے سامنے اس کے تینوں بیٹے تھے وہیں کئی بزرگ منگول بھی موجود تھے۔ الاؤ کے شعلوں کی روشنی میں تمازت کی وجہ سے سب کے چہروں پر پسینہ آ گیا تھا اور بھیگے بھیگے چہرے تمتمائے ہوئے تھے۔ مجھے تو یہاں تک یاد ہے کہ اس وقت خانِ اعظم کے یورت کا دروازہ جنوب میں تھا۔ اور اس وقت خانِ اعظم نے قبائلی دستور کے خلاف تجھے اپنا جانشین قرار دیا تھا۔ کیا خانِ اعظم کی اس وصیت کی رو سے تو اپنی قوم کا خاقان نہیں ہے؟"

اوغدائی نے توراکینہ کو سمجھانے کی کوشش کی۔ "توراکینہ! جو ہونا ہے ہو کر رہے گا اس کے لئے پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن میں خود اپنے بڑے بھائی چغتائی کی موجودگی میں خاقان بننا پسند نہیں کروں گا۔ اور اگر بھائی چغتائی راضی نہ ہوئے تو قبائلی دستور کے مطابق تولوئی ہمارا خاقان ہوگا جو اس وقت بھی خاقانی کے فرائض انجام دے رہا ہے۔"

توراکینہ کو سخت غصہ آیا۔ جھنجھلا کر پوچھا۔ "پھر میں ملکہ کس طرح بنوں گی؟"

اوغدائی نے جواب دیا۔ "جب میں خاقان نہیں بنوں گا تو تُو ملکہ بھی نہیں بنے گی۔"

توراکینہ تلملا کر رہ گئی۔ اس نے روٹھ کر منہ پھیر لیا اور ایک بار پھر اپنے اردو (لشکر) کو دیکھنے لگی۔ جو ہر طرف ٹڈیوں کی طرح پھیلا ہوا

تھا اور اپنے کھالوں کے لباس میں یوں لگتا تھا گویا گھوڑوں پر بھیڑیے بیٹھے ہوئے ہوں۔

اوغدائی — توراکینہ کی ناراضی اور خفگی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے توراکینہ کے چوڑے چکلے شانوں کو پکڑ کر ایک زوردار جھٹکا جو دیا تو توراکینہ کا چہرہ ایک بار پھر اوغدائی کی طرف ہو گیا۔ اوغدائی نے ایک بار پھر اس جاہ پرست عورت کو سمجھانے کی کوشش کی۔ "توراکینہ! یہ بات سبھی جانتے ہیں کہ میں نے کبھی بھی تیری کوئی بات ٹالی نہیں ہے اور تیری یہ بات بھی میں ٹالنا نہیں چاہتا لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ فی الحال تو خانِ اعظم کی موت کے سوگ میں خاموش رہ۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ خانِ اعظم کی یہ بات درست ثابت ہو جائے کہ اس کے بعد اس کی اولاد عیش و عشرت میں پڑ جائے گی اور یہ بھول جائے گی کہ اس کو یہ سب کچھ کسی شخص کے طفیل حاصل ہوا ہے۔"

توراکینہ نے جواب دیا۔ "خانِ اعظم کی موت کا غم کسے نہیں ہے وہ ہم سب کا باپ تھا، اب ہم سب بے باپ کے ہو چکے ہیں۔ اب ہماری بڑائی اس میں ہے کہ اس کو اپنے دلوں میں زندہ رکھیں اور اس کی وصیتوں پر پوری دیانت داری، عزم اور حوصلے سے عمل کریں۔"

اوغدائی اپنی بیوی کی دلیلوں سے بے بس ہو گیا۔ خوش کرنے کے لئے جواب دیا۔ "تُو تو بالکل کتابیں لکھنے والوں کی طرح باتیں کر رہی ہے۔ تُو تو سچ مچ کی ملکہ معلوم ہو رہی ہے۔"

اس تعریف نے توراکینہ کو بہت خوش کر دیا، بولی۔ "مگر میں سچ مچ کی ملکہ بننا چاہتی ہوں۔"

اوغدائی کے آگے محوِ سفر دستے میں یاک کی دُموں والا پرچم خانِ اعظم کی موت کے سوگ میں سرنگوں تھا۔ توراکینہ نے اوغدائی سے کہا۔ "نیا خاقان پرچم بردار کو حکم دے کہ اسے سرنگوں نہ رکھا جائے کیونکہ خانِ اعظم مر گیا مگر اس کا مقرر کردہ، نامزد خاقان ہم میں موجود ہے۔ زندہ خاقان کی موجودگی میں پرچم سرنگوں رکھنا بدشگونی میں داخل ہے۔"

اوغدائی اس وقت اس ضدی، جاہ پسند اور مطلب پرست عورت سے عاجز آ چکا تھا۔ اس کو ایک بار پھر نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی۔ "توراکینہ! اپنی فضول باتوں سے مجھے پریشان نہ کر۔ اگر میں واقعی نیا خاقان ہوں تو اس کا اظہار یہاں نہیں ہونا چاہئے۔ قراقرم میں لوگ ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے۔ کیا تو یہ چاہتی ہے کہ میں وہاں خانِ اعظم کے سوگوار کے بجائے خوش و خرم خاقان کی حیثیت سے داخل ہوں؟ اگر میں ایسا کروں گا تو وہاں ہر ایک کو اپنا دشمن بنا لوں گا اور پھر نہ تو میں خاقان بن سکوں گا اور نہ تُو خاقان کی ملکہ۔"

توراکینہ نے مسکرا کر اپنے شوہر کی طرف دیکھا۔ "تو سچ مچ بہت عقل مند ہے۔ خانِ اعظم نے بلاوجہ تجھ کو اپنا جانشین نہیں نامزد کیا تھا لیکن اوغدائی! خبردار جو تُو نے خانِ اعظم کی وصیت کے خلاف کچھ ہونے دیا۔"

چرس کے نشے میں دُھت ایک شخص جھومتا جھامتا چلا جا رہا تھا کہ پرانی قبر میں جا گرا۔ قبر کے اندر سایہ اور آرام نصیب ہوا تو اُسے نیند آ گئی۔

اگلی صبح کو سو کر اٹھا۔ قبر سے باہر نکلا۔ اپنے آپ کو چاروں اطراف میں قبروں سے گھرا پایا۔ ایک نظر اس قبر پر ڈالی جس سے وہ برآمد ہوا تھا۔

"غضب خدا کا" اس نے بڑبڑا کر کہا۔ "قیامت کا دن آ گیا ہے اور میں واحد مُردہ ہوں جو اپنی قبر سے نکل آیا ہوں جبکہ باقی مُردے بے خبر پڑے سو رہے ہیں۔"

اوغدائی اپنی بیوی کو راضی کر کے بہت خوش ہوا لیکن دورانِ سفر توراکینہ کا بے سبب دماغ خراب ہو جاتا اور وہ اوغدائی سے الجھنے لگتی۔ اوغدائی کسی نہ کسی طرح اسے قائل کر کے خاموش کرتا رہا۔ یہ سفر مہینوں جاری رہا۔ دریائے ینی سی سے جھیل بیکال کا فاصلہ یوں تو چھ سات سو میل سے زیادہ نہیں تھا مگر چونکہ اوغدائی اپنا یہ سفر اپنے اردو کے ساتھ قدرتی راہوں سے کر رہا تھا اس لئے اسے اصل فاصلے سے کئی گنا زیادہ فاصلہ طے کرنا پڑا۔

اوغدائی اپنے اردو کے ساتھ جھیل بیکال کے کنارے پہنچ گیا یہاں صنوبر کے بے شمار درختوں نے جھیل پر سایہ کر رکھا تھا اور ان کا عکس صاف شفاف پانی میں بہت حسین لگتا تھا۔ یہاں منگولوں کا ایک دستہ اپنے سیاہ سمور کے خیموں میں اوغدائی کی پیشوائی کے لئے پہلے ہی سے موجود انتظار کر رہا تھا۔

دستے کا سردار اوغدائی کی گاڑی کے قریب اس کے قدموں میں گھوڑے سے اتر کر اس طرح سر جھکا کر کھڑا ہو گیا کہ اس کی اونی ٹوپی اس کے ہاتھ میں تھی اور اس نے اپنی کمر کی پیٹی کو کھول کر کاندھے پر ڈال لیا تھا۔ توراکینہ اس منظر کو دیکھ کر بہت زیادہ خوش ہوئی کیونکہ ایسا عموماً اظہارِ اطاعت گزاری کے لئے کیا جاتا تھا۔ اس کے خیال میں اس منگول سردار نے اوغدائی کا نہیں، اپنے خاقان کا استقبال کیا تھا۔ اس نے اوغدائی سے کہا۔ "تو اس کا یہ مطلب ہے کہ منگولوں میں وہ دیانت دار لوگ موجود ہیں جنہیں خانِ اعظم کی وصیت کا علم ہے اور انہوں نے اپنے دلوں میں تجھے خاقان کی حیثیت سے جگہ بھی دے دی ہے۔"

اوغدائی توراکینہ کی ایک ہی رٹ سے عاجز آیا ہوا تھا اس نے توراکینہ کی باتیں گویا سنی ہی نہیں تھیں۔ منگول سردار سے پوچھا۔ "کون کون کہاں کہاں سے آ چکا ہے اور نئے خاقان کے چناؤ کے لئے قرولتائی (مجلسِ مشاورت) کہاں منعقد ہو رہی ہے؟"

منگول سردار نے جواب دیا۔ "قرولتائی کا انعقاد دریائے کیرولان کے جنوبی ساحل پر سیاہ ریت والے شہر کے لق و دق میدان میں ہو رہا ہے۔ آپ کے چھوٹے بھائی تولوئی نے آپ سب کے انتظار میں الاؤ روشن کر رکھا ہے۔ آپ

کا چچا سپوتیا کے سفید پہاڑوں سے چل کر قراقرم (سیاہ ریت کا شہر) میں داخل ہو چکا ہے۔ وہ اپنے ساتھ مفتوح سرداروں کو بھی لایا ہے۔ روس سے آپ کے سب سے بڑے مردہ بھائی جوچی کا بڑا بیٹا باتو خان بھی آ چکا ہے۔ شاید وہ اپنے ساتھ اپنے چھوٹے بھائی برتائی خان کو بھی لیتا آیا ہے۔ آپ کا اپنا بڑا بھائی چغتائی بھی آ چکا ہے۔ وہ اپنے ساتھ لمبے قد والے ترکمانوں کی فوج بھی لایا ہے جن کے رنگ برنگی ٹوپیوں والے لباس دیکھنے والوں کو بہت اچھے لگتے ہیں۔ کہتے ہیں اس طرف، ادھر سے یہ لوگ آئے ہیں ان کے پاس چیتا ایک گدھا بھی پایا جاتا ہے جنہیں ایرانی گورخر اور غیر ایرانی زیبرا کہتے ہیں۔ چغتائی ترکمانوں کی فوج کے علاوہ بہت سارا سامان بھی لایا ہے یہ سامان ایسے چھکڑوں پر لدا تھا جس کو تبت کے یاک کھینچ رہے تھے۔"

تورا کینہ نے اوغدائی کے کان میں کہا: "اس سے پوچھ نئے خاقان کے لیے خانِ اعظم کے کس بیٹے کا نام لیا جا رہا ہے؟"

اوغدائی نے دکھاوے کو تورا کینہ کو گاڑی میں گرا دیا اور منگول سردار سے پوچھا: "میرا خیال ہے میں اس جھیل کے کنارے کچھ دن سستا لوں، پھر تازہ دم ہو کر قراقرم روانہ ہو جاؤں۔ تیرا کیا خیال ہے؟"

چالاک منگول سردار نے جواب دیا: "خانِ اعظم کی وصیت کے مطابق میں نے آپ کو اپنا خاقان تسلیم کر لیا ہے۔ اب یہ خاقان کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ اس جھیل کے کنارے کچھ دن سستائیں یا فوراً ہی قراقرم چلے جائیں۔"

اوغدائی نے گاڑی رکوا دی۔ تورا کینہ منگول سردار کی جانفزا باتیں سن کر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اب اس کے دل سے اوغدائی کے دھکے کی کدورت دور ہو چکی تھی۔ اس کے چہرے پر پیاری مسکراہٹ نمودار تھی۔

اوغدائی کے حکم سے اس کا اردو بھی رک گیا۔ جھیل بیکال کے شمالی ساحل پر مشرق سے مغرب تک اور ساحل سے دور شمال تک دیکھتے ہی دیکھتے خیموں کا ایک شہر آباد ہو گیا۔ منگول سردار اور اس کے دستے کے سیاہ سمور والے خیمے ایک کونے میں بدنما [illegible] کی طرح ایستادہ تھے۔ اوغدائی کا اپنا شاندار یورت جھیل کے سامنے نصب کیا گیا تھا۔ اس کا رخ جنوب کی طرف جھیل بیکال کے مقابل تھا جس نیلے آسمان کی جاودانی عظمت یورت کے نیلے رنگ سے ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

اوغدائی کے ساتھ اٹھائیس حسین و جمیل دوشیزائیں بھی تھیں۔ ان کے لئے اس کے خیمے کے پاس ہی اٹھائیس یورت ایستادہ کر دیئے گئے اور ہر یورت میں ان کی کنیزوں کے ساتھ انہیں اتار دیا گیا۔ تورا کینہ کی جگہ اوغدائی کے عظیم الشان یورت ہی میں بنائی گئی تھی۔ وہ اوغدائی سے خفا تھی۔ یورت کی تیاری کے بعد وہ اس کے ایک گوشے میں پڑ رہی اور اپنی کنیزوں کو جھڑک کر بھگا دیا۔ اوغدائی اس کی خفگی کو محسوس کر رہا تھا لیکن تھک جانے کی وجہ سے وہ کچھ بول نہیں رہا تھا۔ وہ اپنے قیمتی [illegible] چوکی پر قالین بچھا کر اس طرح لیٹ گیا کہ اس کی نظریں تورا کینہ کو صاف دیکھ رہی تھیں۔ تورا کینہ نے بھی کئی بار ادھ کھلی آنکھوں سے اوغدائی کی طرف دیکھا اور اسے اپنی طرف متوجہ دیکھ کر آنکھیں بند کر لیں اور دوسری طرف کروٹ بدل کر پڑی رہی۔

ایک دن اور ایک رات آرام کرنے کے بعد اوغدائی نے اس منگول سردار کو اپنے یورت میں طلب کیا جو اپنے دستے کے ساتھ اوغدائی کے یورت میں بدنما داغ بن کر رہ گیا تھا۔ اوغدائی کے یورت کے محافظوں نے منگول سردار کو اندر جانے دیا اور خود مستعدی سے باہر کھڑے رہے۔ تورا کینہ ابھی تک برہم تھی لیکن جب اس نے منگول سردار کو اوغدائی کی چوکی کے مقابل کھڑا دیکھا تو ایکدم خوش ہو گئی۔ اوغدائی نے تورا کینہ کو آواز دی: "تورا کینہ! ادھر میرے پاس چوکی پر آ جا۔"

تورا کینہ ہنستی مسکراتی چوکی پر چڑھ کر اوغدائی کے برابر بیٹھ گئی شوخی سے بولی: "جاودانی نیلے آسمان کی قسم! اگر تو اس منگول سردار کو اپنے خیمے میں نہ بلاتا تو میں اس وقت بھی تجھ سے روٹھی رہتی۔"

اوغدائی نے پوچھا: "تیرے خیال میں یہ منگول سردار کیسا ہے؟"

تورا کینہ نے جواب دیا: "بہت اچھا۔ اتنا اچھا کہ میں اس کا اظہار نہیں کر سکتی۔"

اوغدائی نے پوچھا: "یہ اچھا کیوں ہے؟"

تورا کینہ نے جواب دیا: "اس لئے کہ یہ خانِ اعظم کی وصیت کا گواہ ہے اور اس نے ابھی سے تجھے خاقان تسلیم کر لیا ہے۔"

اوغدائی بہت زیادہ سنجیدہ تھا۔ اس نے منگول سردار سے پوچھا۔ "تو نے اپنے ان خیالات کا اظہار میرے سوا کسی اور پر بھی کیا ہے؟"

منگول سردار نے جواب دیا: "نہیں! ابھی کسی اور پر نہیں کیا۔"

اوغدائی نے کہا: "میری بیوی تورا کینہ کو تیری باتیں بہت پسند ہیں۔ یہ مجھ سے خفا تھی مگر تیری باتوں نے اس کی خفگی دور کر دی۔ پرسوں میری گاڑی کے سامنے میرے قدموں میں اطاعت گزاری کے انداز میں کھڑے ہو کر تو نے جو کچھ کہا تھا، انہیں ایک بار پھر میری بیوی تورا کینہ کے سامنے دہرا دے تاکہ یہ اور زیادہ خوش ہو جائے۔"

منگول سردار کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ اور اوغدائی اپنی خوشی کے بجائے تورا کینہ کی خوشی کا اظہار کیوں کر رہا ہے۔

منگول سردار نے کہنا شروع کیا: "محترم اوغدائی! خانِ اعظم کی وصیت کے مطابق میں نے آپ کو اپنا خاقان تسلیم کر لیا ہے۔"

اوغدائی نے تورا کینہ کی طرف دیکھا۔ وہ بہت زیادہ خوش تھی مارے خوشی کے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔

اوغدائی چوکی سے اتر کر منگول سردار کے برابر کھڑا ہو گیا۔ منگول سردار نے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی مگر اوغدائی نے نہایت بے تکلفی سے اس کے شانوں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ سرگوشی میں کہا: "تو بہت ہوشیار ہے مگر بزدل۔ یہ تو نے بہت اچھا کیا کہ یہ باتیں تو نے کسی اور کے سامنے نہیں کیں۔ اے کاش تو یہ باتیں میرے سامنے بھی نہ کہتا۔"

منگول سردار گھبرا گیا۔ ہکلا کر پوچھا: "کیا مجھ سے کوئی غلطی ہو

گئی ہے؟"

اوغدائی نے اس کا شانہ زور سے دبایا اور آہستہ سے کہا: "زور سے مت بول۔ اب تیری آواز تورا کینہ کے کانوں تک نہیں پہنچنا چاہئے۔"

تورا کینہ وحشت زدہ یہ منظر دیکھ رہی تھی اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ اس وقت وہ خود بھی حیرت اور خوف کی ملی جلی کیفیت کا شکار ہو چکی تھی۔

اوغدائی منگول سردار کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر یورت میں ٹہلنے لگا وہ ٹہلتا ہوا یورت کے اس حصے تک چلا گیا جہاں اوغدائی کے ہتھیار یورت کی سموری دیوار سے لٹک رہے تھے۔ وہاں تک جا کر وہ منگول سردار کے ساتھ بڑی پھرتی سے مڑا اور اسی مڑنے کے دوران کسی وحشی درندے جیسی پھرتی سے سموری دیوار سے ایک چھرا نکال لیا۔ منگول سردار بالکل بے خبر تھا۔ تورا کینہ شبہے کی حد تک کچھ سمجھ گئی تھی مگر اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

اوغدائی نے کہا: "نمک حرام انسان! تو نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ تجھ سے کون سی غلطی سرزد ہو گئی ہے؟"

منگول سردار کے چہرے پر مردنی سی چھا گئی۔ نحیف سی آواز میں پوچھا: "کیا واقعی مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہے؟ براہِ کرم اس غلطی کی نشاندہی کر دی جائے۔"

اوغدائی نے جواب دیا: "تو یہ جانتا ہے کہ میرا بزرگ چچا سپوتیا کے سفید پہاڑوں سے آ چکا ہے اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ میرا بڑا بھائی چغتائی بھی قراقرم میں موجود ہے اور تو نے ہی مجھے یہ بات بھی بتائی ہے کہ میرا چھوٹا بھائی تولوئی ہم سب کے انتظار میں الاؤ روشن کئے بیٹھا ہوا ہے اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ قبائلی دستور کے مطابق سب سے چھوٹا بھائی ہی اپنے باپ کے منصب اور اس کے یورت کا مستحق اور مالک قرار پاتا ہے۔"

منگول سردار نے بدستور کمزور آواز میں جواب دیا: "ہاں محترم خان! مجھے یہ ساری باتیں معلوم تھیں۔"

اوغدائی کے لہجے میں ایکدم تیزی آ گئی۔ اس نے بلند آواز میں کہا۔ "جب تجھے یہ ساری باتیں معلوم تھیں تو تو نے مجھے خاقان کیوں تسلیم کر لیا۔ میں اپنے بزرگوں اور حقدار چھوٹے بھائی کی موجودگی میں کس طرح خاقان بن سکتا ہوں۔ اگر تو نے یہ باتیں کہیں اور بھی کہہ دی ہیں یا اگر نہیں کہی ہیں اور کہیں اور کہہ دیتا تو جانتا ہے اس کے کیا نتائج نکلتے؟ ہم بھائیوں اور بزرگوں میں اختلافات پیدا ہو جاتے اور میں ان کی نظروں میں ذلیل و خوار و ناقابلِ اعتبار ٹھہرتا۔"

منگول سردار نے سہم کر دو زانو ہوتے ہوئے اوغدائی کے پاؤں پکڑ لئے: "خانِ محترم رحم ..."

اوغدائی کا چھرا [illegible] پوری قوت سے پشت میں داخل ہو کر دوسری طرف نکل گیا۔ منگول سردار کی بھیانک چیخ پورے یورت میں گونج کر باہر نکل گئی۔ تورا کینہ چوکی سے کود کر اوغدائی کے پاس پہنچ گئی۔ پوچھا: "اوغدائی! یہ تو نے کیا کیا؟"

اوغدائی نے چھرا نکال کر نیچے گرا دیا۔ منگول سردار اوندھے منہ لڑکھڑا کر زمین پر گر گیا۔ خون کا فوارہ ابل کر اوغدائی کے کپڑے تر کر گیا۔

منگول سردار کچھ دیر تھرتھراتا رہا۔ اس کے بعد ایک ہچکی سے جھٹکے کے ساتھ بالکل ساکت ہو گیا۔ اوغدائی نے یورت کے در پر تعینات محافظوں کو بلایا اور انہیں حکم دیا: "اس غدار کو جھیل کی تہہ میں بٹھا دیا جائے۔"

تورا کینہ نے افسوس سے کہا: "اوغدائی! یہ تو نے اچھا نہیں کیا۔"

اوغدائی نے غصے میں جواب دیا: "تورا کینہ! چپ ہو جا۔ یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے۔ تو اوغدائی کی بیوی ہے بس بیوی ہی بن کر رہ۔ ورنہ میں اپنے خاندان اور قبائلی مفاد پر تجھ کو بھی ذبح کر سکتا ہوں۔"

تورا کینہ سہم کر دور ہٹ گئی۔ اوغدائی نے اپنا خون آلود لباس اتار کر ایک طرف پھینک دیا۔ اور اسی وقت خوبصورت کنیزوں کو اپنے یورت میں طلب کر لیا۔ یہ حسین دوشیزائیں مختلف ملکوں اور مختلف قوموں سے تعلق رکھتی تھیں، چینی، ختائی، روسی، ماوراء النہری، ایرانی اور گرجستانی۔ ان کی زبانیں بھی مختلف تھیں اور ہر ایک کے پاس ان کا ایک ترجمان بھی ہوتا تھا۔ لیکن ان سب کو ٹوٹی پھوٹی منگولی زبان بھی آ گئی تھی۔

اوغدائی یورت کے قالین پر ننگ دھڑنگ بیٹھ گیا اور خوبصورت دوشیزاؤں کو حکم دیا کہ اس کے جسم پر خوشبویات کی مالش کریں۔

خدمت گزار کنیزوں نے خوشبویات کے طشت لا کر ان کے سامنے رکھ دیئے۔ ان میں مشک کی خوشبو سب سے زیادہ تیز تھی۔ خوبصورت اور بھرے بھرے گدرائے جسموں والی دوشیزاؤں نے اوغدائی کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور اس کے جسم پر خوشبویات کی مالش شروع کر دی۔ اوغدائی انہیں شرارت اور شہوت آمیز انداز میں گھورنے لگا۔ تورا کینہ دور بیٹھی یہ منظر دیکھ رہی تھی مگر کسی بھی قسم کے حاسدانہ یا رقیبانہ جذبوں سے پاک نظر آ رہی تھی۔ وہ ان مناظر کی عادی ہو چکی تھی۔

اوغدائی بہت خوش تھا کیونکہ ان دوشیزاؤں میں بعض شہزادیاں تھیں اور انہیں یوں ذلیل و خوار دیکھ کر اوغدائی کو ایک خاص قسم کی مسرت محسوس ہوتی تھی۔ وہ ان دوشیزاؤں سے چھیڑ چھاڑ بھی کرتا رہا۔ یہ لڑکیاں یا تو خوف زدہ تھیں یا پھر شرمندہ۔ ان میں کئی ایسی بھی تھیں جو آنسو بھی بہاتی جا رہی تھیں۔ اوغدائی ان کی آنکھوں اور رخساروں پر آنسو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ ایک لڑکی سے کہا: "ان سے پوچھ یہ رو کیوں رہی ہیں؟"

اس لڑکی نے بے پوچھے بغیر ہی جواب دیا: "خان! یہ اشکبار لڑکیاں اپنے ملکوں کی شہزادیاں رہ چکی ہیں اور یہاں اپنی سابقہ عظمت کو یاد کر کے آنسو بہا رہی ہیں۔"

اوغدائی نے کہا: "یہ تو بہت احمق لڑکیاں ہیں۔ بعض شہزادی ہونا

upload by salimsalkhan

تو عزت آبرو کی بات نہیں انہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ انہیں ان کی خوش قسمتی سے دنیا کے سب سے بڑے فاتح کے بیٹے اوغدائی کی خدمت گزاری کا موقع مل گیا۔"

لڑکی نے جواب دیا: "محترم خان! یہ باتیں آپ کی سمجھ میں نہیں آ سکتیں آپ نے جس متمدن دنیا کو فتح کر کے روند ڈالا ہے وہاں شاہوں، شہزادوں اور شہزادیوں کی بڑی عزت ہوتی تھی۔"

اوغدائی نے حیرت سے پوچھا: "اور لڑکی تو کون ہے؟ تو کس ملک کی شہزادی ہے؟"

لڑکی نے جواب دیا: "خان! میں کہیں کی بھی شہزادی نہیں۔ میں سلجوقی ترک قوم سے تعلق رکھتی ہوں۔ اپنے نسب نامے کے اعتبار سے میں بھی وہی ہوں جو آپ ہیں یعنی میں خود بھی ترکوں کے ایک خانہ بدوش قبیلے کی ایک فرد ہوں لیکن اس کے ساتھ ہی میں خوش قسمتی سے مسلمان بھی ہوں۔"

اوغدائی لڑکی کی دلیری اور بے باکی سے متاثر ہوا۔ پوچھا: "لڑکی تیرا نام کیا ہے؟"

لڑکی نے جواب دیا: "صغورا۔"

اوغدائی نے محسوس کیا خانہ بدوش قبیلے کی اس لڑکی کے ہاتھوں میں بڑی طاقت ہے اس کی انگلیاں مالش کرنے کے دوران اس کے گوشت میں پیوست ہو جاتی تھیں۔ اوغدائی نے صغورا کو داد دی: "بے شک تو کسی خانہ بدوش قبیلے ہی کی معلوم ہوتی ہے تیرے ہاتھوں میں وہی طاقت ہے جو ہونی چاہیے۔ میرے خیال میں تو تو شہزادی ہے کیونکہ خانِ اعظم اور ہماری قوم نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ حکمرانی قوت ہی کا حق ہے چونکہ تو ان سب میں سے شہ زور ہے اس لئے ان میں صرف تو شہزادی ہے۔"

اس کے بعد اوغدائی نے لڑکیوں کو حکم دیا کہ وہ ذرا قوت سے مالش کریں۔ لڑکیوں نے بڑے جوش و خروش سے اوغدائی کی مالش شروع کر دی۔ وہ گوشت کی طرح قالین پر پڑا ہوا تھا اور لڑکیاں سائیسوں کی طرح ——

اس کے بعد اس نے صغورا کو اس لڑکی کی بات بتائی کہ یہ شہزادیاں آنسو کیوں بہا رہی ہیں۔ اوغدائی نے اپنی دانست میں ان کے رونے کا سبب جان لیا تھا۔ اس نے صغورا کو سمجھایا: "خانہ بدوش لڑکی! یہ ناآسودہ شہزادیاں مردوں کی خواہش اور محرومی کے غم میں آنسو بہا رہی ہیں۔ رشتہ داروں سے بچھڑ کر آنسو بہانا کم از کم ہماری سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ آخر میری بیوی توراکینہ بھی تو اپنے پہلے شوہر کو قتل ہوتے دیکھ چکی ہے۔"

اس کے بعد از راہِ رحم اوغدائی نے ان ناآسودہ لڑکیوں میں سے چند کو آسودہ کیا۔ توراکینہ کو اس پر کوئی اعتراض نہ تھا کیونکہ اس نے خانِ اعظم کے بیٹوں کو اس طرح مفتوح لڑکیوں اور عورتوں کے ریوڑوں میں دادِ عیش دیتے دیکھا تھا۔ اس کو اطمینان تھا کہ اوغدائی کے دل پر کوئی اور عورت قبضہ نہیں کر سکتی اور اگر ماورائی طاقتوں کی مہربانی سے اوغدائی خاقان بن گیا تو ملکہ توراکینہ ہی بنے گی۔

✱

چند روز جھیل بیکال کے کنارے آرام لینے کے بعد اوغدائی دریائے کیرولان کے اس پار سیاہ ریت کے شہر روانہ ہو گیا۔ راہ میں توراکینہ نے اوغدائی کو کئی بار پھر خاقان بننے کی ترغیب دی اور اشارۃً یہ مشورہ بھی دیا کہ اگر اس کے دونوں بھائی خانِ اعظم کی وصیت کا پاس نہ کریں تو اوغدائی بھی ان کے ساتھ کوئی رو رعایت نہ کرے اور نہایت چالاکی سے ان دونوں کو اپنی راہ سے ہٹا دے چاہے اس سلسلے میں زہر ہی کا سہارا کیوں نہ لینا پڑے۔

اس دوران توراکینہ پر صغورا کی خصوصیات واضح ہو چکی تھیں۔ اس کو اس بات پر حیرت تھی کہ صغورا اس کے سخت مزاج اور اکھڑ شوہر اوغدائی سے بڑی بے تکلفی سے باتیں کرتی تھی اور اوغدائی اس کی باتوں سے متاثر بھی ہوا تھا۔ توراکینہ نے سوچا کہ وہ جو کوشش اب تک کرتی رہی ہے اب اس کا دائرۂ کار وسیع کر دینا ہو گا اور اس میں بعض دوسروں کا تعاون حاصل کرنا ضروری ہو گیا ہے چنانچہ ان میں صغورا کو فوراً ہی شامل کر لیا گیا۔ یہاں وہ یہ بھی سوچ سکتی تھی کہ کہیں تیز طرار اور جرأت مند صغورا اوغدائی پر قبضہ نہ کر بیٹھے۔ لیکن غیر متمدن اور تہذیبی چنیں چناں سے محروم سادہ لوح توراکینہ کو اٹل موت کی طرح یہ یقین تھا کہ اوغدائی اس سے زیادہ کسی اور عورت یا لڑکی سے محبت کر ہی نہیں سکتا۔ اس کو صغورا یوں بھی بہت اچھی لگی کہ یہ بھی اس کی طرح کسی خانہ بدوش قبیلے سے تعلق رکھتی تھی۔

اوغدائی کا اردو شمالی گوشے سے قراقرم کی طرف نمودار ہوا۔ اوغدائی نے اپنی آنکھوں کے سامنے اردوئے معلّیٰ کا ٹھاٹھیں مارتا انسانی سمندر دیکھا جہاں الگ الگ چغتائی، تولوئی، باتو خان، سوبو دائی بہادر اور چنگیز خان کے بھائیوں کا اردو خیموں کے شہر بسائے ہوئے تھے۔ یہیں ایک طرف ایشیائے کوچک اور مشرقی یورپ کے وہ لوگ اپنے اپنے خیموں میں آرام کر رہے تھے جو یا تو کسی ریاست کے حکمران تھے اور یا پھر اپنے آقاؤں کی نیابت کے فرائض انجام دے رہے تھے یہ وہ لوگ تھے جو اپنے عہد کے سب سے بڑے فاتحین کی قوریلتائی میں اس لئے شرکت کرنے آئے تھے کہ انہیں خانِ اعظم کے ورثاء کے خیر خواہوں اور وفاداروں کی حیثیت سے اچھی طرح پہچان لیا جائے۔ یہ خیر خواہ اور وفادار لوگ فاتحین کے لئے گراں مایہ تحائف بھی اپنے ساتھ لائے تھے۔

اردوئے معلّیٰ کے مرکز میں خانِ اعظم کا یاک کی نو دُموں والا پرچم انتہائی بلندی پر دور ہی سے نظر آ رہا تھا جس کی بابت منگول شامانوں (ساحروں) نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ خانِ اعظم کی موت کے بعد اس کی سلدے (روح) اس پرچم میں حلول کر گئی ہے اور اس پرچم کے سائے تلے فتوحات کا سلسلہ حسبِ سابق جاری رہے گا۔

یہاں کی فضا دھواں آلود تھی۔ کیونکہ لاکھوں آدمیوں کے لئے جگہ جگہ مستقل بھیڑیں بھونی جا رہی تھیں۔ آگ سے جدا ہونے والا دھواں بالائی فضا کو کثیف کر چکا تھا۔ سرداروں کے خیموں کے سامنے شراب کے مٹکے بڑے اہتمام سے رکھے ہوئے تھے مٹکوں کے بیچ ادھر ادھر اچھل کود میں مشغول

تھے۔

اوغدائی نے اپنی سواری پرے ہی قراقرم کے وسیع و عریض میدانوں میں اپنے لئے جگہ تلاش کی لیکن اس سے پہلے ہی اس کا چچا، بھائی چغتائی اور تولوئی بھی گھوڑوں پر سوار اپنے بھائی کے استقبال کو پہنچ گئے۔ تولوئی اپنے بچوں اور بیوی سیورا قطنی کو بھی اپنے ساتھ ہی لے گیا تھا۔ تولوئی کے بیٹے ہلاکو خان، قبلائی خان، منگو خان اور اریق بوغا ابھی زیادہ بڑے نہیں تھے لیکن توراکینہ انہیں دیکھ کر خوش نہیں ہوئی۔ اوغدائی نے اپنے چھوٹے بھائی تولوئی کی بیوی سیورا قطنی کو کئی سال بعد دیکھا تھا اب یہ پہلے سے زیادہ حسین نظر آ رہی تھی۔ اور کہیں سے بھی یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ سیورا قطنی چار بچوں کی ماں ہے۔

اکھڑ مزاج چغتائی نے اوغدائی کو گاڑی سے اتار کر گلے لگا لیا اور تولوئی نے اوغدائی کے آگے اپنا سر جھکا دیا۔ نہایت ادب سے کہا: "بھائی اوغدائی ہم سب کو آپ ہی کا انتظار تھا۔"

اوغدائی نے جواب دیا: "میں نے یہاں تک پہنچنے میں بڑی عجلت سے کام لیا ہے لیکن افسوس کہ پھر بھی پیچھے ہی رہا۔"

تولوئی نے کہا: "بھائی اوغدائی! یہ بات نہیں ہے جو بڑا ہے آنے میں تاخیر سے کام لے گا کیا وہ اس طرح بڑا ہی رہے گا؟"

اس رات ایک جشن سا برپا رہا۔ تینوں بھائی، جوچی کا بیٹا باتو خان اس کا بھائی برقائی خان اور ان کے چچا، یہ سب ایک عظیم الشان خیمے میں بیٹھے شراب نوشی میں مشغول تھے۔ خیمے کے باہر اسی کام میں ان کے نوکر چاکر بھی مشغول تھے۔ پورے میدان میں موم اور کافوری شمعیں اور مشعلیں روشن تھیں رات کے سناٹے میں مطربانِ خوش الحان اور آواز کے جادو جگانے والے اور ڈھولیاں سننے والوں کے ہوش و حواس پر بجلیاں گرانے میں مشغول تھے۔

توراکینہ کو کسی پہلو قرار ہی نہ تھا وہ تولوئی اور اس کی بیوی سیورا قطنی سے گھل مل کر یہ جاننے کے لئے بے چین تھی کہ اگر اس کی عدم موجودگی میں ان لوگوں میں خاقان کے انتخاب کا کوئی مسئلہ زیرِ بحث آیا ہے تو اس میں زیادہ آرا کس کے حق میں تھیں اس کام میں صغورا کو بھی شامل کیا گیا اور توراکینہ نے اس کو بطورِ خاص سمجھایا کہ وہ سب کی باتوں پر کان دھرے اور ان کا صحیح صحیح مطلب اخذ کرنے کی کوشش کرے۔

یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ تولوئی نے اپنے بھائیوں کے اعزاز میں ایک شاندار ضیافت کا اہتمام کیا۔ ایک بہت بڑے خیمے میں انہیں یکجا کیا گیا اس میں قیمتی قالینوں پر بڑے بڑے طشت اور قابوں میں بچھڑوں کی رانیں اور گوشت کے بڑے بڑے بوٹے بھون کر رکھ دیئے گئے۔ پانی کی جگہ شراب تھی جس کے گھونٹوں سے گوشت کے بوٹے چبا چبا کر حلق سے نیچے اتارے جانے لگے۔

توراکینہ کے تینوں بیٹے بھی اس شامیانے تلے موجود تھے اس کا بڑا بیٹا قیوق جوان تھا اور اس نے کئی سال بعد اپنی چچی سیورا قطنی کو دیکھا تو اسے بہت پسند کیا۔ اس کو اپنی چچی پہلے سے کہیں زیادہ حسین نظر آ رہی تھی۔ توراکینہ نے سیورا قطنی کو رشک و حسد سے دیکھا اور پوچھا: "نئے خاقان کے سلسلے میں کس کس کا نام لیا جا چکا ہے؟"

سیورا قطنی نے اپنی بڑی بڑی پیکر والی شیلی آنکھیں اپنے شوہر تولوئی پر گاڑ دیں بولی: "تیرے شوہر کی عدم موجودگی میں یہ مسئلہ کس طرح زیرِ بحث آ سکتا تھا۔"

اب صغورا بول اٹھی: "لیکن میں نے تو یہ سن رکھا ہے کہ خانِ اعظم کی قوم میں مرنے والے کا سب سے چھوٹا بیٹا ہی اس کا جانشین اور اس کے ورثے کا مالک قرار پاتا ہے۔"

سیورا قطنی نے ناگواری سے صغورا کو گھورا اور تلخی سے توراکینہ سے پوچھا: "یہ کون ہے اور یہ ہماری باتوں میں کیوں مخل ہو رہی ہے؟ اس کو یہ حق کس نے دیا ہے؟"

توراکینہ نے جواب دیا: "سیورا قطنی یہ صغورا ہے۔ کسی خانہ بدوش قبیلے سے تعلق رکھتی ہے اوغدائی اس کو بہت پسند کرتا ہے۔ اس بات نے اس کو جری کر دیا ہے۔"

سیورا قطنی نے صغورا کی بات کا جواب دیا: "بے شک خانِ اعظم کی قوم میں مرنے والے کا سب سے چھوٹا بیٹا ہی اس کا جانشین قرار پاتا رہا ہے۔ مگر سنتی ہوں، خانِ اعظم نے مرنے سے پہلے اس پرانے دستور کے خاتمے کا اعلان کر دیا تھا اور تیرے شوہر اوغدائی کو اپنا جانشین اور اپنے ورثے کا مالک قرار دیا تھا۔"

توراکینہ کا بیٹا قیوق بھنی ہوئی ران کو دانتوں سے نوچتا چباتا اپنی چچی سیورا قطنی کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے اپنی چچی کو چھائی ہوئی نظروں سے دیکھا اور درخواست کی: "چچی سیورا قطنی! تو دیکھ رہی ہے کہ میرے دونوں ہاتھ بھنی ہوئی ران کو پکڑے ہوئے ہیں، اب میں شراب کس طرح پیئوں؟ براہِ کرم تو شراب کے چند گھونٹ اپنے ہاتھ سے میرے حلق میں انڈیل دے۔"

سیورا قطنی نے بلا تامل شراب کا جگ اس کے منہ سے لگا دیا۔ قیوق غٹاغٹ پینے لگا۔ سیورا قطنی نے یہ کہہ کر شراب کو ہٹا لیا کہ "اگر تو بہت زیادہ شراب پی لے گا تو پھر یہ گوشت کس طرح کھائے گا؟"

قیوق نے بڑے جذباتی لہجے میں کہا: "چچی سیورا قطنی! میں نے اتنی اچھی اور مزے دار شراب آج تک نہیں پی تھی شاید تیرے حسین ہاتھوں کے لمس نے اس کو اتنا مزے دار کر دیا ہے۔"

توراکینہ نے بیٹے کو سمجھایا: "قیوق تو بہک رہا ہے، جا اپنے چچا تولوئی کے پاس جا، دیکھ وہ تیری ہی طرف دیکھ رہا ہے۔ اور پھر تیرا باپ اور تیرا تایا چغتائی بھی تو یہیں موجود ہیں۔"

قیوق نے ہنس کر جواب دیا: "میں ان بوڑھوں میں جا کر کیا کروں گا؟ آج اور اس محفل میں میں چچی سیورا قطنی کے پاس ہی رہوں گا اور انہی کے ہاتھ سے شراب پیتا رہوں گا۔"

سیورا قطنی نے خوش اخلاقی سے جواب دیا: "اگر میرے ہاتھ کے لمس نے شراب کو کچھ زیادہ ہی مزے دار اور کیف آور کر دیا ہے تو آج میں ہی تجھے شراب پلاتی رہوں گی۔"

یہ کہتے کہتے سیورا قطنی نے شراب کا جگ اٹھا کر ایک بار پھر توروق کے منہ سے لگا دیا۔ توروق شراب پینے کے دوران اپنی چچی کے چہرے پر نظریں گاڑے رہتا اور کسی کسی لمحے اس کی نظریں سیورا قطنی کے چہرے سے پھسل کر اس کے سینے پر جم جاتیں جہاں اس کو روم کے دو آتش فشاں لاووں سے بھرے جھلکتے دکھائی دیتے اور یہ سلسلہ اس وقت منقطع ہو جاتا جب سیورا قطنی خود ہی جگ کو توروق کے منہ سے ہٹا کر ایک طرف رکھ دیتی، کہتی: "بہت پی چکا، اب اپنے ہاتھوں کی بھی رات کو ختم کر چکے۔"

توروق نے ایک بار اپنی چچی کا ہاتھ پکڑ لیا اور التجا کی: "چچی سیورا قطنی! شراب کو میرے منہ سے لگائے رکھ ورنہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔"

اوغدائی، توروئی اور چغتائی دور سے یہ منظر دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔ توروئی نے کہا: "جب تک ہماری عورتوں اور اولاد میں یہ محبت اور یگانگت موجود ہے ہم نفاق اور نااتفاقیوں کی تباہ کاریوں سے محفوظ رہیں گے۔"

اوغدائی: "ذرا اپنے بیٹے توروق کو تو دیکھ، وہ اپنی چچی کے ہاتھ سے شراب پی پی کر کیسا بدمست اور دیوانہ ہوا جا رہا ہے۔"

اوغدائی نے جواب دیا: "توروئی! توروق کچھ زیادہ ہی خوش مزاج ہے لیکن جہاں تک منگول فطرت کا تعلق ہے اس میں پوری طرح موجود ہے — یہ میدانِ جنگ میں اپنے دشمنوں پر شکاری عقاب کی طرح جھپٹتا ہے اور اس وقت تک باز نہیں آتا جب تک ان کے زخموں سے خون کا فوارہ نہ جاری کر دے۔"

چغتائی کچھ زیادہ ہی خشک مزاج تھا، بولا: "ہاں تم دونوں ہی کسی حد تک ٹھیک کہتے ہو لیکن میری رائے تم دونوں سے مختلف ہے۔ توروق کی حرکتیں دیکھ کر میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس میں ابھی تک بہادروں کی پختگی نہیں آئی۔ اس کی حرکتوں میں لڑکپن پایا جاتا ہے۔ شہروں کے لکھنے پڑھنے والوں کے لڑکوں جیسا لڑکپن۔"

توروئی نے جواب دیا: "بھائی چغتائی! خانِ اعظم نے مرنے سے پہلے کہا تھا اب اتنی بڑی سلطنت کے کاروبار کو چلانے کے لئے ہمیں ایک ایسی نسل تیار کرنا ہوگی جو چینیوں اور بخارا کے مسلمانوں کی طرح خود بھی لکھنا پڑھنا جانتی ہو۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہم لوگ اب تک دوسروں کے لکھنے پڑھنے پر بھروسا کرتے رہے ہیں۔"

چغتائی نے بے دلی سے کہا: "ہاں، خانِ اعظم کا یہ فلسفہ ٹھیک ہے لیکن میں نے تو یہی دیکھا ہے کہ جو لوگ کتابیں لکھنے پڑھنے لگتے ہیں وہ پھر بزدل بن جاتے ہیں۔ بخارا اور سمرقند کے لوگ کتابوں میں کھو گئے ہیں اور آہستہ آہستہ ان کا اسلام ختم ہو جاتا ہے... دوسروں کے محتاج بن جاتے ہیں۔ چنانچہ توروئی! تو خود ہی غور کر،

ہم نے اب تک جتنی قوموں کو شکستیں دی ہیں اور انہیں ریت کے نقش کی طرح مٹا دیا ہے وہ سب یہی کتابیں لکھنے پڑھنے والے لوگ تھے۔" پھر سرد آہ بھر کر بولا: "ہماری اولاد پڑھ لکھ کر عقل مند تو ہو جائے گی مگر یہ — پھر کبھی کوئی خانِ اعظم نہیں پیدا کر سکے گی۔"

اوغدائی نے پوچھا: "اور توروئی! میں نے سنا ہے تیرا بیٹا قبلائی پڑھ رہا ہے۔"

توروئی نے جواب دیا: "ہاں! یہ تو نے سچ ہی سنا ہے۔"

چغتائی کو اس موضوع سے چڑ تھی، اس نے موضوع کو بدل دینے کی کوشش کی، پوچھا: "ہاں اوغدائی! تو نے وہ بات تو ہمیں ابھی تک نہیں بتائی کہ تو نے جھیل بیکال کے کنارے اپنے ایک سردار کو کیوں قتل کر دیا تھا؟"

اوغدائی نے جواب دیا: "وہ اپنی باتوں سے ہم بھائیوں میں شک شبہے پیدا کرنا چاہتا تھا۔ وہ بار بار مجھ کو خاقان کہہ کر مخاطب کرنے لگا تھا حالانکہ اس کو اچھی طرح معلوم تھا کہ ابھی تک کوئی خاقان نہیں ہے۔"

دونوں بھائی اس بات سے بہت متاثر ہوئے۔ اور ان کے دلوں میں اوغدائی کے لئے بڑی محبت پیدا ہو گئی۔

دوسری طرف توروق بہت زیادہ کھانے اور پینے کی وجہ سے مدہوش ہو چکا تھا۔

تورا کینہ اور سیورا قطنی میں بڑی باتیں ہوئیں مگر تورا کینہ کی خواہش کو سیورا قطنی بھانپ چکی تھی جبکہ سیورا قطنی نے خود کو تورا کینہ پر ذرا بھی ظاہر نہیں ہونے دیا تھا۔ سیورا قطنی نے تورا کینہ کو ہر طرح سے یہ یقین دلایا کہ خانِ اعظم کی وصیت ہی ہر رائے اور ہر مشورے پر مقدم ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہتی کہ میں نے تو یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اپنے بیٹوں کو بہت اعلیٰ تربیت دوں گی انہیں خوب پڑھاؤں لکھاؤں۔

دوسرے دن دوپہر تک ان سب پر نشہ سا طاری رہا۔ ایک تورا کینہ اور دوسری صفورا ہی ایسی تھیں جو مدہوش نہیں تھیں۔ تورا کینہ تو اس لئے ہوش میں تھی کہ وہ ان غیر یقینی حالات میں خود کو ہوش میں رکھنا چاہتی تھی اور صفورا اس لئے ہوش میں تھی کہ اس نے شراب پی ہی نہیں تھی۔ وہ مسلمان تھی اور اسلام میں شراب حرام ہے۔

تورا کینہ صفورا کو لے کر دوسرے خیمے میں چلی گئی کیونکہ جس خیمے میں یہ لوگ موجود تھے اس کے ایک حصے میں کسلمندا اوغدائی خمار اترنے کی اذیتیں جھیل رہا تھا اور اس بات کا اندیشہ تھا کہ ان دونوں کی باتیں اوغدائی بھی سن لے۔

تورا کینہ صفورا سے یہ جاننے کے لئے بے چین تھی کہ ساری رات سیورا قطنی کی باتوں سے صفورا کس نتیجے پر پہنچی؟

صفورا نے جواب دیا: "تورا کینہ! برا نہ ماننا کہ میں تیرا نام لے رہی ہوں اگر میں تیرا نام نہ لوں تو پھر اور کیا کہوں؟ لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ سیورا قطنی کی پوری خواہش یہ ہے کہ اس کے شوہر توروئی کو خانِ اعظم کا جانشین اور اس کے پورے کا وارث قرار دے دیا جائے۔"

تورا کینہ کی آنکھیں وفورِ حیرت سے پھٹ گئیں، بولی: "لیکن اس نے تو ایسی ایک بات بھی نہیں کی۔"

صفورا نے جواب دیا: "وہ یہ بات صاف صاف اس لئے نہ کہہ سکی کہ خانِ اعظم کی وصیت نے اس کی زبان پکڑ رکھی ہے لیکن جب اس نے یہ بات کہی کہ میں نے تو یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اپنے بیٹوں کو بہت اعلیٰ تربیت دوں اور انہیں خوب پڑھاؤں لکھاؤں، تو اس کا بس ایک ہی مطلب ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ سیورا قطنی اپنے بیٹوں کو خانِ اعظم کی سلطنت کا وارث تسلیم کر چکی ہے اور اس کے لئے یہ لازمی ہے کہ اقتدار کی زمام توروئی کے ہاتھ میں ہو۔"

تورا کینہ کو ایسا لگا گویا صفورا بہوت سائی جیسی باتیں کر رہی ہے۔ صفورا کی باتوں میں وزن تھا۔ مایوسی سے پوچھا: "پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے؟"

صفورا نے جواب دیا: "اگر تو میرے مشورے پر عمل کر سکتی ہے تو میں کوئی مشورہ دوں، ورنہ خواہ مخواہ بات کو پرائی کرنے سے حاصل؟ سیورا قطنی میرا کام تمام کرا دے گی۔"

تورا کینہ نے کہا: "صفورا! تو مجھ پر یقین کر میں ہر قیمت اوغدائی کو خاقان دیکھنا چاہتی ہوں۔"

صفورا نے جواب دیا: "تب پھر تو چند طاقت ور منگول سرداروں کو ملا کر اپنا طرف دار بنا لے۔ تورا کینہ! تو یہ نکتہ ہر وقت ذہن نشین کئے رہ کہ اردوئے معلیٰ توروئی کے ماتحت رہا ہے اور اس وقت بھی وہ اس کے زیرِ اثر ہے لیکن اگر چند طاقتور منگول سردار قوریلتائی میں کھڑے ہو کر خانِ اعظم کی وصیت کو دہرا دیں گے تو پھر تیرا مقدمہ مضبوط ہو جائے گا اور اوغدائی باآسانی خاقان بن جائے گا۔"

تورا کینہ نے خوشی سے کہا: "یہ کوئی زیادہ مشکل کام نہیں ہے اور کچھ یا بس؟"

صفورا نے جواب دیا: "اور یہ کہ جب تک اوغدائی خاقان نہ بن جائے تو خدا سے اس کی کامیابی کی دعا مانگتی رہ، کیونکہ اس کے حکم کے بغیر کوئی کام بھی ممکن نہیں۔"

تورا کینہ نے حیرت سے پوچھا: "خدا یا نیلا جاودانی آسمان؟ ان دو میں سے کس کی مدد مانگی جائے؟"

صفورا نے جواب دیا: "خدا سے۔ کیونکہ آسمان بھی اس کی مخلوق ہے۔"

تورا کینہ نے غصے میں کہا: "تو گویا تو مجھے مسلمان کرنا چاہتی ہے۔"

صفورا نے جواب دیا: "میں تجھے مسلمان نہیں کر رہی۔ لیکن یہ ضرور بتا رہی ہوں کہ نیلا جاودانی آسمان کچھ بھی نہیں۔ لیکن خدا ہے، ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔"

تورا کینہ نے کہا: "اچھا پہلے میں سوچ لوں کہ میں خدا سے دعا مانگ بھی سکتی ہوں یا نہیں!"

پھر کچھ دیر بعد تورا کینہ نے صفورا کو مطلع کر دیا کہ میں خدا سے دعا مانگنے

لڑکیاں زبردستی
کھینچا تانی کر کے نانی اماں
کو پاک اور بھارت کے درمیان ہونے والا
ہاکی میچ دکھانے لے گئیں۔ کھیل شروع ہوا تو دیر تک نانی
اماں کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے؟
"دیکھو نانی اماں!" ایک لڑکی نے سمجھانے کی کوشش
کی "کھیل کا مقصد یہ ہے کہ کسی ایک گول میں... وہ جو دونوں
طرف جال لگے ہیں وہی گول کہلاتے ہیں۔ ہاں تو کسی ایک گول میں
گیند ڈال دی جائے۔" "یہ کام تو بہت آسانی سے ہو سکتا ہے۔"
نانی اماں نے کہا۔ "بہتر یہ کہ لوگ خواہ مخواہ دوڑ رہے ہیں
آ کر راستہ روکنا بند کر دیں۔"

پر تیار ہو گئی ہوں۔

تورا کینہ نے صفورا کی نگرانی میں وضو کیا اور نماز پڑھے بغیر ہی دعا مانگنے لگی۔ صفورا نے یہ سوچا کہ جب بات یہاں تک پہنچ ہی گئی ہے تو پھر بعد میں مسلمان ہو جانے میں کتنی دیر لگے گی۔

اتفاق کی بات کہ اسی دن شام کو صفورا نے سیورا قطنی کو نسطوری عیسائیوں کے چوبی گرجے سے نکلتے دیکھا۔ یہ چوبی گرجا گاڑیوں پر لاد کر حسبِ مرضی لایا لے جایا جاتا تھا۔ اس نے اسی دن تورا کینہ کو بتایا کہ سیورا قطنی تیرے خلاف نصرانیوں کے خدا سے مدد مانگتی رہتی ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ سیورا قطنی جس سے چاہے مدد مانگ لے لیکن وہ کسی حال میں بھی مسلمانوں کے خدا کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

قراقرم کے شامان معلوم نہیں کس کے لئے کام کر رہے تھے لیکن اردوئے معلیٰ میں یہ نعرہ لگ چکا تھا کہ خانِ اعظم کے بعد اس کا صحیح اور قبائلی دستور کے مطابق جانشین توروئی ہی ہے۔

سخت مزاج چغتائی نے ان شامانوں کو ڈانٹ کر چپ کرا دیا۔ وہ تو بس ایک ہی بات گرہ میں باندھ چکا تھا کہ جب ایک بات خانِ اعظم نے اپنی زندگی ہی میں طے کر دی تھی تو پھر اس میں یہ اگر مگر اور چنیں چناں کیوں؟

تورا کینہ صفورا سے باتیں کر رہی تھی اور ان کے مرد شراب نوشی میں مشغول تھے۔ یہ سلسلہ کئی راتوں سے جاری تھا۔ نشے کی زیادتی میں منگول اپنے خانِ اعظم کے بیٹوں کا احترام تک بھول جاتے۔ جب نشے میں چور منگولوں کی خشک ہوائیں پھبتیاں دیتیں قہقہوں کے نشے میں اور زیادہ لذت پیدا ہو جاتی اور وہ بے اختیار اچھل کود میں مشغول ہو جاتے۔ تورا کینہ نے اس ہجوم میں ان غیر ملکیوں کو بھی شراب پیتے دیکھا جو خود کو عیسائی، بدھسٹ، تاؤسٹی یا کنفیوشس کا پیرو کہتے تھے لیکن ان میں مسلمان شامل نہیں تھے۔

ان کی بابت صفورا نے تورا کینہ کو یہ بتا دیا تھا کہ مسلمان شراب نہیں پیتے، پوچھو خدا نے شراب کو حرام قرار دیا ہے۔ بس عجیب و غریب بات نے تورا کینہ کو حیران کر دیا۔ اس نے اپنے شوہر اوغدائی کے خیر خواہ محمد یلاچ کو ایک گوشے میں خاموش بیٹھے ہوئے دیکھا۔

وہیں کہیں تولوئی کی حسین بیوی سیورا قتلی بھی موجود تھی، وہ اپنے بیٹے ہلاکو کا ہاتھ پکڑے ہوئے تورا کینہ کے پاس آئی، جو منگول زرہ پوش ہیں تھے انہوں نے سیورا قتلی کو دیکھ کر آپس میں سرگوشی کی: "یہ ہماری افواج کے میمنہ اور میسرے کے سالار تولوئی کی بیوی ہے شاید یہی ہماری ملکہ بھی بننے والی ہے، ہمیں ابھی سے اس کا احترام شروع کر دینا چاہیے۔"

کسی دوسرے نے کہا: "یہ بات غلط ہے جب تک ہم موجود ہیں۔ منگولوں کو یہ یاد دلاتے رہیں گے کہ خانِ اعظم کی منشا اوغدائی کے حق میں ہی ہے اس لئے ہماری رائے اور نیت سے کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔"

یہ سرگوشیاں تورا کینہ کے گوش گزار کر دی گئیں۔ اس نے سیورا قتلی کو بڑی محبت سے اپنے پاس ہی بٹھا لیا اور ہلاکو کے سر پر ہاتھ پھیر کے بڑی شفقت سے کہا: "ہلاکو! تو ادھر میرے پاس آ جا۔"

سیورا قتلی نے بھی شراب پی رکھی تھی لیکن ابھی تک وہ اپنے ہوش و حواس میں تھی، آج وہ اور زیادہ قیامت بنی ہوئی تھی۔ اس نے چینی کپڑے کا بنا ہوا ریشمی لباس پہن رکھا تھا اور پورے جسم پر خوشبویات ملوا رکھی تھیں، جن سے دور دور تک خوشبو کے بھبکے پھیل رہے تھے۔

سیورا قتلی ادھر ادھر متجسس نظروں سے کسی کو تلاش کیا اور ہلاکو کی ہو کر تورا کینہ سے باتیں کرنے لگی، تورا کینہ نے صفورا کو ایک طرف لے جا کر سرگوشی میں سمجھایا کہ ذرا اس حسین ناگن کی باتیں غور سے سننا اور ان کا مطلب اخذ کرنے کی کوشش کرنا۔

صفورا نے جواب دیا: "تم مطمئن رہو، مجھ سے زیادہ اس کی باتیں کون سمجھے گا؟"

تورا کینہ سیورا قتلی کے پاس بیٹھ گئی، بولی: "خانِ اعظم کے پسماندگان تو پینے پلانے میں مشغول ہو چکے ہیں، پتہ نہیں یہ اپنے خاقان کا انتخاب کب کریں گے؟"

سیورا قتلی نے کہا: "ملا تو یہ اتنا دشوار مسئلہ نہیں ہے۔ اگر کسی کو خانِ اعظم کی وصیت سے انکار ہو تو پھر خاقان کے انتخاب کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ سب کی رائے معلوم کر لی جائے اور اگر یہ بات بھی کارگر نہ ہو تو پھر قبائلی دستور پر عمل کرنا چاہیے۔"

صفورا نے عرض کیا: "اور شرعی مسئلے کی رائے اور قبائلی دستور میں کوئی اختلاف نہیں ہے، کیا اس صورت خانِ اعظم کی وصیت ہی بالاتر سب کچھ ہے؟"

سیورا قتلی نے بڑے تحمل سے جواب دیا: "مجھے کیا، کوئی بھی خاقان بن جائے، میں خود بھی خانِ اعظم کی وصیت کا بہت احترام کرتی ہوں لیکن دوسرے لوگ کیا کہیں گے، یہ تمام کر لیں۔"

تورا کینہ نے تولوئی، اوغدائی اور چغتائی کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا یہ تینوں بھی نشے میں بدمست ہو رہے تھے۔ ان تینوں کے پیچھے تورا کینہ کا عاشق مزاج بیٹا قیوق تھا لیکن اس نے برائے نام ہی پی رکھی تھی، گویا وہ اپنے ہوش و حواس میں تھا۔ سیورا قتلی نے اسے دیکھا تو خوش ہو گئی۔

تولوئی نے اپنی بیوی سے کہا: "سیورا قتلی! بھائی اوغدائی اور چغتائی تیری بابت ابھی کیا کہہ رہے تھے؟"

سیورا قتلی نے پوچھا: "کیا کہہ رہے تھے؟"

تولوئی نے جواب دیا: "کہہ رہے تھے سیورا قتلی بہت فراخ دل ہے۔"

اوغدائی نے ہنس کر کہا: "ہماری رائے غلط نہیں ہے۔ کیا دو عورتیں مل جل کر رہ سکتی ہیں؟ جس دن چند عورتیں وجود میں آئی تھیں اور اس دن جب یہ دنیا کے ساتھ فنا ہو جائیں گی اس کے درمیانی وقفے میں شاید ایک مثال بھی ایسی نہ مل سکے جس میں دو عورتوں کا میل ملاپ سے اٹھنا بیٹھنا ثابت ہوتا ہو۔"

چغتائی نے کہا: "سیورا قتلی! پورا اردوئے معلی تیرے شوہر کو خاقان بنانا چاہتا ہے لیکن میں ایسا نہیں ہونے دوں گا، مجھ پر دوسروں کے مقابلے میں بہت زیادہ ذمے داریاں عائد ہوتی ہیں اور میں یہ ذمے داریاں پوری کر کے رہوں گا۔"

قیوق انہیں ہٹا کر سیورا قتلی کے پاس جا کھڑا ہوا، بولا: "چچی! سیورا قتلی! میں بڑی دیر سے تجھ کو تلاش کر رہا ہوں، میں تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہم دونوں کی ملاقات میری ماں کے سامنے ہو جائے گی۔"

تولوئی نے گردن اٹھا کر پہلے تو اپنی بیوی کی طرف دیکھا اس کے بعد اپنے بھتیجے قیوق کو مخاطب کیا: "میں کئی دن سے یہ دیکھ رہا ہوں کہ تو اپنی چچی پر بہت مہربان ہو رہا ہے۔ کیا سیورا قتلی تجھ کو بہت اچھی لگتی ہے؟"

قیوق نے کسی تکلف کے بغیر جواب دیا: "چچا! میں نے چچی سیورا قتلی جیسی حسین عورت آج تک نہیں دیکھی، اور حسن میری کمزوری ہے۔ سیورا قتلی کے بال، گال، پیشانی، دہانہ، رنگ، تناسب غرضیکہ وہ کون سا جزو ہے جو حسن کے لئے ضروری ہو اور چچی سیورا قتلی اس سے محروم ہو۔"

تولوئی نے اپنی بیوی سے پوچھا: "سیورا قتلی! تو تو بہت زیادہ سمجھدار واقع ہوئی ہے۔ قیوق کی باتیں سن رہی ہو، پتہ نہیں یہ باتیں تجھے کیسی لگ رہی ہیں لیکن خود مجھے کچھ زیادہ اچھی نہیں لگ رہی ہیں۔"

سیورا قتلی نے بات ٹالنے کی کوشش کی، بولی: "تولوئی! میں پوچھتی ہوں کہ تم مردوں کو آخر اپنے خاقان کے انتخاب میں کس قسم کی دشواری پیش آ رہی ہے؟"

تولوئی نے جواب دیا: "میں خود بھی یہی سوچ رہا ہوں جب خانِ اعظم مغفور ہی ایک بات طے کر گئے ہیں تو پھر اس میں اختلافِ رائے کی گنجائش ہی کہاں رہ گئی ہے۔"

تولوئی کے جواب نے تورا کینہ کو خوش کر دیا، بولی: "بے شک جب

کسی مسئلے کو خانِ اعظم نے خود ہی طے کر دیا ہو تو پھر اس میں کسی اور کو کوئی دخل نہیں دینا چاہیے۔"

اوغدائی نشے میں بدمست ہو رہا تھا مگر اس عالم میں بھی اس کے حواس کام کر رہے تھے، اس نے اپنی بیوی کو ڈانٹ دیا: "میں نے تجھے پہلے ہی منع کر دیا ہے کہ اس مسئلے میں خاموش رہ۔ خانِ اعظم کی وصیت اپنی جگہ لیکن مدتوں سے مروج قبائلی دستور بھی تو کوئی حیثیت رکھتے ہیں۔ کیا ان کی رو سے تولوئی ہمارا خاقان نہیں بن سکتا؟"

سیورا قتلی نے کہا: "اگر ہم نے اپنے قبائلی دستور بھلا دیئے تو پھر ہم ان میں شامل ہو جائیں گے جو اپنے پاس کا بھی گنوا کر خالی کنگال ہو جاتے ہیں۔"

چغتائی نے سختی سے کہا: "سیورا قتلی! تو بکواس کر رہی ہے۔ خانِ اعظم نے اگر پرانے قبائلی دستور کو مٹا کر اس کی جگہ کوئی دوسرا دستور دیا ہے تو اس کا تو یہ مطلب کیوں نہیں لیتی کہ خانِ اعظم نے ہم سے چاندی لے کر سونا دے دیا ہے اور تو کتنی ہی احمق کیوں نہ ہو مگر تو اتنی عقل ضرور رکھتی ہو گی کہ چاندی اور سونے کی قیمت کا فرق جان لے۔"

اوغدائی نے چغتائی کو بڑی عقیدت اور محبت سے دیکھا، بولا: "ان لوگوں میں جہاں کتابوں کا رواج ہوتا ہے اور علم کا چرچا رہتا ہے وہاں سب سے بڑے بھائی کو مرنے والے باپ کا جانشین مقرر کیا جاتا ہے اور یہ وہ مشہور قاعدہ اور دستور ہے جس کو دنیا کی اکثریت نے اختیار کر رکھا ہے، پھر ہم سب کیوں نہ بھائی چغتائی کو خاقان بنا دیں۔"

تورا کینہ کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ اوغدائی کو گونگا کر دیتی۔ اس کے خیال میں اوغدائی بڑا احمق تھا جو بار بار خاقان بنتے بنتے اپنی حماقت سے رہ جاتا تھا۔

اتنے میں چند بدحواس منگول بھاگتے ہوئے آئے اور تینوں بھائیوں کو مطلع کیا کہ چند منگول نشے میں آپس میں جھگڑ بیٹھے ہیں اور اب ان دونوں کے حمائتیوں نے بھی اپنی تلواریں کھینچ کر فضا کو بہت زیادہ خراب کر دیا ہے۔ اگر اس آگ کو فوراً ہی نہ بجھایا گیا تو یہ اتنی زیادہ پھیل جائے گی کہ اس پر قابو پانا ناممکن ہو جائے گا، اور پھر وہ منگول جن کی تلواروں نے معلوم دنیا کی اکثریت کو زیر و زبر کر کے رکھ دیا ہے خود اپنی ہی تلواروں سے ہلاک ہو جائیں گے۔

تینوں بھائی بدحواس ہو کر اس طرف چلے گئے جہاں چھوٹی موٹی۔۔۔ خانہ جنگی کا آغاز ہو چکا تھا۔

چالاک سیورا قتلی نے تورا کینہ کی بدمزگی کو دور کرنے کی کوشش کی، بولی: "تورا کینہ! اوغدائی کو سمجھا کہ وہ خاقان بننا پسند کرے۔ میں تولوئی کو سمجھانے کی کوشش کروں گی کہ وہ اوغدائی کو زبردستی خاقان بنا دے۔"

تورا کینہ نے جھنجھلا کر جواب دیا: "اوغدائی میری نہیں سنتا، آخر ہم لوگ کب تک خاقان کے بغیر رہیں گے؟"

صفورا، تورا کینہ کو ایک طرف بلا لے گئی، وہاں اسے سمجھانے لگی۔

"تورا کینہ! سیورا قتلی بہت چالاک ہے اس کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ قبائل کے قدیم دستور کے مطابق اس کے شوہر تولوئی کو خاقان بنا دیا جائے وہ دل سے خانِ اعظم کی وصیت کو تسلیم نہیں کرتی مگر وہ یہ بھی سمجھتی ہے کہ دنیا کی ہر شے بدل سکتی ہے مگر خانِ اعظم کی وصیت کو نہیں بدلا جا سکتا۔ اس نے ابھی ابھی اوغدائی کے حق میں بات کر کے تیرے دل کی کدورت دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ جب یہ طے ہو چکا کہ خانِ اعظم کی وصیت ناقابلِ تبدیل ہے تو پھر تو کیوں بے صبری کا اظہار کرتی ہے تو اپنے دل کی باتیں صاف صاف کیوں کرنے لگتی ہے؟"

تورا کینہ اور صفورا کی باتیں سننے کے لئے ہلاکو ان کے پاس چلا گیا۔ سیورا قتلی نے اسے ہدایت کی تھی کہ وہ ان دونوں کی باتیں غور سے سنے اور جو کچھ سنے، واپس آ کر اسے بتا دے۔

اب سیورا قتلی اور قیوق تنہا رہ گئے تھے۔ قیوق نے مسکرا کر پوچھا: "چچی سیورا قتلی! کیا تو آج اپنے ہاتھ سے شراب نہیں پلائے گی؟"

سیورا قتلی نے جواب دیا: "کیوں نہیں پلاؤں گی، ضرور پلاؤں گی، لیکن تو سب کے سامنے ایسی باتیں نہ کیا کر کہ میں شرمندہ ہو جاؤں، آخر میں تیرے چچا کی بیوی ہوں۔"

قیوق نے کہا: "میں نے مسلمانوں کے شہر بخارا، سمرقند اور بلخ و خراسان میں ایسے لوگ دیکھے ہیں جو حسین عورتوں کی تعریفیں کرتے رہتے ہیں اور ان کے اس موزوں کلام کو وہاں کے لوگ شاعری کہتے ہیں۔ شاید چین میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں اور انہیں شاعر کہا جاتا ہے۔ میں بھی تیرے

upload by salimsalkhan

حسن سے بے اختیار اور مجبور رہتا ہوں اور میرا یہی جی چاہتا ہے کہ میں ہر وقت تیرے حسن کی تعریفیں کرتا رہوں مگر افسوس کہ میں اپنے کام کو ملتوی نہیں کر سکتا۔"

سیورا قتلی نے کہا: "لیکن ہم لوگ یہ پسند نہیں کرتے کہ عورتوں کی تعریفیں کریں۔ کیا تو نے ابھی تھوڑی دیر پہلے اپنے چچا تولوئی کے چہرے کی کیفیت نہیں محسوس کی تھی۔ یہ لوگ تو عورت کو استعمال کرنے کی حد تک پسند کرتے ہیں اس کی تعریفیں کرنا پسند نہیں کرتے۔ تیرے چچا تولوئی کا خیال ہے کہ اگر کسی کی تعریف ہی کرنی ہے تو پھر چاروانگ نیلے آسمان کی تعریف کی جائے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ یا پھر ان ہتھیاروں کی تعریف کی جائے جو بہادروں کو سربلندی اور فتح دلاتے ہیں اور ان گھوڑوں کی جو ہمیں اپنی پشت پر لاد کر دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچا دیتے ہیں اور پھر جب کسی کی تعریف ہی کرنا ہو تو خانِ اعظم کو کیوں فراموش کیا جائے۔ ہم نے جو کچھ پایا ہے اور ہمیں دنیا بھر میں جو عزت ملی ہے، وہ خانِ اعظم ہی کے طفیل ملی ہے۔ تو میری تعریفیں کر کے اپنا مذاق اڑوائے گا۔ لوگ اسے بالکل پسند نہیں کریں گے۔"

قرلوق نے بڑی مایوسی سے پوچھا: "کیا تجھ کو اپنی تعریفیں پسند نہیں ہیں؟"

سیورا قتلی نے جواب دیا: "میں اپنی بات نہیں کر رہی، لوگوں کی کر رہی ہوں۔ تولوئی، اوغدائی اور چغتائی کی بات کر رہی ہوں، منگولوں کی بات کر رہی ہوں۔"

قرلوق نے کہا: "لیکن میں ان میں سے کسی ایک کی بھی تعریف نہیں کر رہا۔ جب میں ان کی تعریفیں کروں گا تو وہ مجھے شوق سے منع کریں۔ لیکن چچی سیورا قتلی میں تو تیری تعریفیں کر رہا ہوں۔ تیرے حسن اور تیری جوانی کی تعریفیں کر رہا ہوں اور تو مجھ کو بہت اچھی لگتی ہے۔ کیا تجھ کو بھی اپنی تعریف پسند نہیں؟"

سیورا قتلی نے جواب دیا: "مجھے اپنی تعریف بہت اچھی لگتی ہے۔ تیرا چچا تولوئی ہر وقت جنگ اور شکار کی باتیں کرتا رہتا ہے جس نے خانِ اعظم کی زندگی سے منگول اردو کی قیادت سنبھال رکھی ہے۔ تولوئی بہت بہادر ہے شاید بہادر لوگ عورت کی تعریف کرنے میں ذلت محسوس کرتے ہیں۔"

قرلوق نے پوچھا: "کیا میں بہادر نہیں ہوں؟ لیکن چچا تولوئی کی سرپرستی اور ماتحتی میں میں نے بھی جنگیں لڑی ہیں اور میں نے بھی اپنے دشمنوں کو زیر کرنے کا عمل ظاہر کیا ہے۔ مگر اس کے باوجود میں تیرے حسن اور تیرے شباب کی تعریفیں کر رہا ہوں۔ کیا اب میں بہادر نہیں رہا؟ کیا حسن اور شباب کی تعریفیں کرنے سے انسان بزدل اور نکما ہو جاتا ہے؟"

سیورا قتلی نے مایوسی سے جواب دیا: "ہماری بدقسمتی کہ ہمارے مرد یہی سمجھتے ہیں ہمارا یہاں کا کام ہے ان کی زیادتی ہے انہیں اسی طرح نہیں سوچنا چاہئے۔ مگر تیرا تعریف کا مستحق ہے اس کی تعریف کرنی

چاہئے۔ حسن کی تعریف ہونی چاہئے خواہ وہ عورت کا حسن اور اس کا شباب ہی کیوں نہ ہو؟"

قرلوق نے اپنی چچی سیورا قتلی کا ہاتھ بڑی مضبوطی سے پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے لگا لیا لیکن سیورا قتلی نے ایک جھٹکے میں اسے چھڑا لیا۔ بولی: "بس یہ بات میری تعریف ہی کی حد تک رہنی چاہئے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"

قرلوق نے جواب دیا: "چچی سیورا قتلی! میں نے بڑے بڑے شہروں کے شہروں میں اسی طرح محبت کرتے دیکھا ہے۔ شہری لوگ بڑے چالاک اور لطیف ہوتے ہیں۔ میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ عورت کو محض استعمال کرنا پر لطف نہیں ہوتا بلکہ استعمال سے پہلے اس کے حسن و شباب کی تعریفیں کرنا اور اس سے چھیڑ چھاڑ کرتے رہنا بھی مزے دار عمل ہے۔ میں نے اپنے آس پاس اس عمل کے لئے تجھ سے خوبصورت اور پرکشش دوسری عورت نہیں دیکھی۔"

سیورا قتلی نے کہا: "قرلوق بہت باتیں ہو چکیں، اب انہیں کسی دوسرے وقت کے لئے رہنے دے۔ میں تیرے بہادر اور مشہور چچا تولوئی کی بیوی ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ تجھے کسی پریشانی سے دوچار ہونا پڑ جائے۔"

قرلوق نے بڑی دلیری سے جواب دیا: "چچی سیورا قتلی! میرا چچا تولوئی بے شک تیرا شوہر اور دنیا کا بڑا بہادر انسان ہے لیکن میں بھی تیرا عاشق ہوں اور جہاں تک میرا خیال ہے ایک عاشق کسی بہادر سے زیادہ بہادر ہوتا ہے۔"

سیورا قتلی بے اختیار ہنس دی، بولی: "قرلوق! کتابوں والے شاید تیری ہی طرح بڑی مزے دار باتیں کرتے ہیں۔ اگر تو واقعی میرا عاشق ہے تو پھر میرا کہنا بھی مان۔ میں تجھے اپنے حسن اور اپنے شباب کی تعریفیں کرنے کی اجازت دیتی ہوں۔ بس اس سے زیادہ کسی بات کی اجازت نہیں دے سکتی۔ تولوئی نے آج تک میرے شباب کی تعریف نہیں کی۔ جو چیز مجھے آج تک نہیں ملی وہ تجھ سے حاصل کر کے میں بڑی خوشی محسوس کروں گی لیکن جو چیزیں مجھے اپنے شوہر تولوئی سے حاصل ہیں، کہیں اور سے ان کی حصولیابی میرے لئے فضول ہے۔"

قرلوق نے جواب دینے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ سیورا قتلی وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔ وہ یہ دیکھنے گئی تھی کہ توراکینہ اور صغورا میں آخر وہ کون سی باتیں ہو رہی ہیں کہ قرلوق بھی وہیں بیٹھ کر رہ گیا۔ سیورا قتلی نے دیکھا توراکینہ اور صغورا باتوں میں مشغول ہیں اور اس کا بیٹا ہلاکو بڑی دل چسپی سے ان کی باتیں سننے میں مشغول ہے۔

قرلوق بڑی بددلی سے اٹھا اور سیورا قتلی کا پیچھا کرتا ہوا اپنی ماں کے پاس پہنچ گیا۔ وہاں ماں نے اسے ملامت کی کہ منگول آپس میں لڑ رہے ہیں اور قرلوق اطمینان سے خیمے میں موجود عورتوں کی صحبت میں وقت برباد کر رہا ہے۔ شاید قرلوق ماں کی بات کو کوئی اہمیت ہی نہ دیتا لیکن جب سیورا قتلی نے طنزاً کہا: "قرلوق جنگ و جدل کی خبر سن کر ایک لمحے کے لئے بھی میرے پاس نہیں رکتا۔ وہ خانِ اعظم کا بیٹا ہے فاتح عالم کا بیٹا۔"

قرلوق اپنی چچی کا طعنہ سن کر فوراً ہی باہر نکل گیا۔ سیورا قتلی کو

ہنسی آ گئی۔ صغورا نے جو کچھ دیکھا تھا اس کے مطابق ایک شاندار تجویز سوچ لی۔ وہ قرلوق اور سیورا قتلی کو نہایت ہوشیاری سے آپس میں ملوث کر کے خانِ اعظم کے خاندان میں پھوٹ ڈلوانا چاہتی تھی۔

*

جب چغتائی، اوغدائی اور تولوئی اس جگہ پہنچے جہاں منگولوں کے دو ٹولے ایک دوسرے پر تلواریں سونت چکے تھے تو یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے کہ لمبی ڈاڑھی اور لمبی مونچھوں والا یوچیت سائی اور رودادار محمد یلواچ ان سے پہلے ہی پہنچ چکے ہیں اور آمادۂ پیکار منگولوں کو سمجھانے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ اوغدائی نے فرطِ خوشی سے کہا: "خانِ اعظم کے ان دو نمک خواروں نے ہمارا کام بے حد آسان کر دیا ہے۔"

سخت مزاج چغتائی نے ان دونوں سے پوچھا: "لیکن یہ ضرور معلوم ہونا چاہئے کہ یہ معاملہ کیا تھا اور دونوں ٹولوں میں سے غلطی پر کون تھا تاکہ اس کے کئے کی اسے سزا دی جائے۔"

تولوئی نے سفارش کی: "بھائی چغتائی! دونوں ہی منگول ہیں اور میں چونکہ ان سب کا سالارِ اعلیٰ رہ چکا ہوں اس لئے مجھے ان دونوں ہی سے محبت ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ جانے بغیر کہ کون غلطی پر تھا اور کس نے زیادتی کی اس بار دونوں ہی کو معاف کر دیا جائے۔"

یوچیت سائی بہت خفا تھا۔ چڑچڑے لہجے میں کہا: "تولوئی کا خیال صحیح ہے لیکن ایک بار معاف کر دینے سے کام نہیں چلے گا۔ چینی معالج کسی مرض کا علاج اوپر سے نہیں کرتے، پہلے وہ مرض کے اسباب اور بنیاد کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر اس سبب اور بنیاد کو دور کر کے مریض کو اچھا کر دیتے ہیں۔ یہی حال خانِ اعظم کی قوم کا ہے۔ میں نے اس کا مرض پکڑ لیا ہے اور اس کا تیر بہدف علاج بھی دریافت کر لیا ہے۔"

اوغدائی نے بے چینی سے کہا: "تب پھر اس کا علاج کر دے۔"

یوچیت سائی نے جواب دیا: "مگر افسوس کہ اس علاج میں مجھے تیری مدد درکار ہے۔"

چغتائی نے پوچھا: "کس کی مدد درکار ہے؟ میری، بھائی اوغدائی کی یا تولوئی کی؟ آخر کس کی؟"

اس بار محمد یلواچ بھی بول اٹھا: "میرا خیال ہے اس چینی معالج کو تم تینوں ہی کا تعاون درکار ہے۔" پھر یوچیت سائی سے پوچھا: "کیوں چینی فیلسوف! میں غلط تو نہیں کہہ رہا؟"

یوچیت سائی نے جواب دیا: "بے شک۔ تو نے میرا مطلب سمجھ لیا ہے۔"

اوغدائی ان سب کو لے کر اپنے اس خیمے میں چلا گیا، جہاں وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ بیٹھ کر صلاح مشورے کرتا تھا۔ یہیں اس نے اپنے چچا کو بھی بلوا لیا۔ جب یہ سب یکجا ہو گئے تو اوغدائی نے ان سب کی موجودگی میں پوچھا: "چینی دانا! ہاں اب جو کچھ کہنا ہے، صاف صاف کہہ دے۔"

یوچیت سائی نے کہا: "تم سب جانتے ہو کہ جب چنگیز خان محض تموجن تھا اور اس کے ہاتھ میں منگولیا اور اس کے نواحی قبائل کی سرداری نہیں آئی تھی تو ان وحشیوں کا کیا حال تھا؟ یہ سب آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے مگر جب تموجن چنگیز خان بن گیا اور جھیل بیکال، دریائے اذبان، دریائے کیرولان اور صحرائے گوبی کے شمالی کناروں پر آباد قبائل نے اپنی قسمتوں کو چنگیز خان کے حوالے کر دیا تو یہ سب آپس میں شیر و شکر ہو گئے اور سب نے مل کر خانِ اعظم کی قیادت میں ایک دنیا کو فتح کر کے رکھ دیا۔ پھر جب خانِ اعظم بھی اپنے پیش رو فاتحین کی طرح چپ چاپ اس دنیا سے چلا گیا تو یہ قبائل ایک بار پھر بپھرے ہوئے بیل کی طرح ایک دوسرے کو سینگیں مارنے لگے۔ کیا تمہیں یاد ہے کہ خانِ اعظم کو تم سے جدا ہوئے کتنا عرصہ گزر گیا؟"

تولوئی نے جواب دیا: "تقریباً دو سال۔"

یوچیت سائی نے بگڑ کر کہا: "اور تمہاری قوتِ فیصلہ کا یہ حال ہے کہ ابھی تک تم خاقان کا انتخاب تک نہ کر سکے۔ جس قوم کا کوئی خاقان ہی نہ ہو گا وہ آپس میں خون خرابہ نہیں کرے گی تو اور کیا کرے گی؟"

یوچیت سائی کی باتوں نے سبھی کو شرمندہ کر دیا۔ چغتائی نے کہا: "میں تو کئی بار بھائی اوغدائی کو مجبور کر چکا کہ خاقان بن جائیں مگر یہ تیار ہی نہیں ہوتے۔"

اوغدائی نے جواب دیا: "جب تک ہم میں بھائی چغتائی یا چچا موجود ہیں، میں کس طرح خاقان بن سکتا ہوں اور پھر قدیم قبائلی دستور کی رو سے تولوئی خاقان بننے کا ہم سب سے زیادہ حق دار ہے۔"

محمد یلواچ نے کہا: "اگر مجھ کو بھی کچھ بولنے کی اجازت دی جائے تو میں بھی کچھ عرض کروں۔"

یوچیت سائی نے جواب دیا: "خانِ اعظم تیری وفاداری، سچ اور دلیری کا قائل تھا اس لئے تیری رائے بھی وقیع ہو گی۔"

محمد یلواچ نے کہا: "خانِ اعظم کو اپنے تینوں بیٹوں کی صلاحیتوں اور لیاقتوں کا علم بھی تھا اور تجربہ بھی۔ مجھ کو یاد ہے کہ ایک بار اس نے کہا تھا کہ قوم کے قانونی معاملوں کی رہنمائی چغتائی کو حاصل رہے گی، جنگ و جدل کے معاملے میں تولوئی اپنا جواب نہیں رکھتا اور اوغدائی، اس میں بادشاہوں اور حکمرانوں کی شان پائی جاتی ہے۔ شاید اسی خیال سے خانِ اعظم نے اوغدائی کو اپنا جانشین نامزد کر دیا تھا اور جس مسئلے کو خانِ اعظم نے طے کر دیا ہو اس میں خواہ مخواہ اپنا وقت ضائع کرنا عقلمندی نہیں ہے۔"

یوچیت سائی نے بڑے جوش سے کہا: "میں اس کی تائید کرتا ہوں۔"

اسی وقت خیمے میں قرلوق داخل ہوا۔ تولوئی نے بے اختیار کہا: "لو، وہ دیکھو! خاقان زادہ بھی آ گیا۔"

چغتائی نے کہا: "تولوئی کی بات سنی تم نے" اوغدائی سے کہا: "اوغدائی اب یہ مسئلہ طے پا گیا۔ کل قوریلتائی میں تجھ کو باقاعدہ خاقان بنا دیا جائے گا اگر تو نے وہاں کسی قسم کی ہچکچاہٹ کی تو پھر ہم سب زبردستی سے کام لیں گے۔"

اوغدائی نے قوریق کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "اگر تم سب میری خاقانیت پر متفق ہو چکے ہو تو ایک بات مجھے بھی کر لینے دو۔ تم سب کو میری وہ بات ضرور ماننی ہوگی۔"

چغتائی نے پوچھا: "کون سی بات؟ جب تو خاقان بن جائے گا تو تیرا ہی حکم چلے گا۔"

اوغدائی نے جواب دیا: "جب تم سب بضد ہو کہ میں خاقان بن جاؤں تو تمہیں بھی مجھ سے یہ وعدہ کرنا ہوگا کہ میرے بعد بھی خاقان میری ہی اولاد میں سے ہوا کرے گا۔ یہاں تک کہ اگر میری بیوی کے پیٹ سے اولاد کی جگہ گوشت کا لوتھڑا پیدا ہوگا تو وہی خاقان تسلیم کیا جائے گا۔"

چغتائی نے سب کی طرف سے جواب دیا: "ہمیں تیری شرط منظور ہے۔"

تولوئی نے اسی وقت اپنا سر اوغدائی کے آگے جھکا دیا، بولا: "بھائی اوغدائی! اب آپ ہمارے خاقان ہیں اور ہم سب آپ کے چاکر ہیں۔"

یوچوت سائی نے کہا: "نہیں تولوئی! ابھی نہیں۔ کل جب قوریلتائی کے شامیانے تلے اوغدائی کی خاقانیت کا باقاعدہ اعلان کر دیا جائے اس وقت تم سب واقعی اس کے چاکر ہو جاؤ گے۔"

محمد یلواچ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر دعائیہ انداز میں دونوں ہاتھ پھیلائے اور خدا کا شکر ادا کیا: "خدایا! خاقانیت کا قفل تو ٹوٹا۔"

قوریق نے اپنے چچا تولوئی کے کان سے اپنا منہ بھڑا دیا، پوچھا: "کیا یہ بات بھی اسی وقت طے پا گئی کہ خاقانیت ہمیشہ میرے ہی خاندان میں رہے گی؟"

تولوئی نے جواب دیا: "ہاں، یہ بات بھی طے پا گئی مگر کیا تو خود کو خاقانیت کا اہل پاتا ہے؟"

قوریق نے جواب دیا: "اگرچہ میں اس وقت خاقانیت کا اہل نہیں ہوں تو کیا ہوا اپنے باپ کی موت تک پہنچتے پہنچتے میں اپنی ذات میں خاقانیت کی صلاحیتیں پیدا کر لوں گا۔"

دوسرے دن علی الصبح منگول اور ترک افواج میں ایک سادہ اعلان کر دیا گیا کہ آج خاقان کو آپ سب کے روبرو لایا جائے گا اس لئے جشن کا پہلے ہی سے انتظام کر لیا جائے۔

یوچوت سائی اور محمد یلواچ اپنے اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکے تھے اس لئے انہوں نے اسی وقت سے اعلان کرنا شروع کر دیا کہ خانِ اعظم کی [illegible] کہ اوغدائی کے علاوہ کوئی خاقان بن ہی نہیں سکتا اور خاقان کا یہ فرض ہوگا کہ وہ اپنے لوگوں کی فلاح و بہبود کا خیال رکھے اور منگولوں کی زندگی میں [illegible]۔

[illegible] اوغدائی

کے بعد خاقان بننے کا وہی حقدار تھا۔

جب یہ خبر توراکینہ نے سنی تو وہ خوشی سے پاگل سی ہو گئی اس نے صفورا کو اسی وقت انعام و اکرام سے نواز دیا اور وعدہ کیا کہ اگر کل اوغدائی خاقان بن گیا۔ تو وہ اسلام اور مسلمانوں کا خاص خیال رکھے گی۔

لیکن جب یہ خبر سیورا قلی نے سنی تو بہت پریشان ہو گئی انتہائے غم اور یاس سے اس کا دل ڈوبنے لگا۔ وہ بڑی بے چینی سے تولوئی کا انتظار کرتی رہی۔

رات کے پچھلے پہر تولوئی اپنے خیمے میں داخل ہوا تو سیورا قلی کو خیمے کے بیچوں بیچ قالین پر اکڑوں بیٹھے دیکھا اس نے اپنا سر گھٹنوں کے بیچ میں چھپا رکھا تھا، اس کے تینوں بیٹے ذرا فاصلے پر بے خبر سو رہے تھے یہ تینوں بیٹے، منگو خان، ہلاکو خان اور قبلائی خان۔ چوتھا بیٹا اریق بوغا کہیں اور سویا ہوا تھا۔

سیورا قلی نے تولوئی کی آہٹ جو سنی تو سر اٹھا کر دیکھا اور دوبارہ پھر اسی طرح بیٹھ گئی۔

تولوئی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا، اور پریشان ہو کے پوچھا: "کیا بات ہے سیورا قلی؟ تیری طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

سیورا قلی نے آہستہ سے پوچھا: "خاقان کی بابت کیا فیصلہ ہوا؟ اب ہمارا خاقان کون بنے گا؟"

تولوئی نے نفرت سے کہا: "جسے خاقان بننا ہے کل بن جائے گا بس ایک رات بیچ میں ہے اور پھر یہ تیرا مسئلہ نہیں ہے۔ تجھ کو مجھ سے یہ نہیں پوچھنا چاہئے تھا۔"

سیورا قلی نے تڑپ کر کہا: "میں اپنے بچوں کے مستقبل کی فکر سے پریشان رہتی ہوں اور قوریلتائی میں یہ بھی طے کر دیا کہ خاقانیت ہمیشہ کے لئے اوغدائی کی نسل میں چلی جائے، بڑی زیادتی کی بات ہے، میں تو اس کو ظلم سمجھوں گی۔"

تولوئی نے جواب دیا: "اس میں کوئی ظلم کی بات نہیں، اوغدائی خاقان بن کر اپنی اس خواہش کو ہم سے حکماً بھی منوا سکتا ہے۔"

سیورا قلی نے تقریباً روتے ہوئے کہا: "خانِ اعظم نے ہمیشہ قبلائی خان کی تعریف کی ہے اوغدائی کے بعد اگر کسی کو خاقان بننے کا شرف مل سکتا ہے تو وہ میرا بیٹا قبلائی خان ہے۔ میں خانِ اعظم کی وصیت کے احترام میں اوغدائی کو اپنا خاقان ماننے کے لئے تیار ہوں مگر اوغدائی کی وصیت کو کبھی بھی نہیں مانوں گی۔"

تولوئی نے طنز کیا: "تو اب تو بھی سمرقند اور بخارا کی عورتوں کی طرح مردوں کے معاملات میں دخل دینے لگی ہے۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ سمرقند اور بخارا کے مردوں کی طرح ہم بھی ذلیل و خوار ہو جائیں۔"

سیورا قلی نے جواب دیا: "میں نے کسی کو بھی کوئی مشورہ نہیں دیا میں — اپنے بیٹوں کے مستقبل کا تحفظ چاہتی ہوں۔"

تولوئی نے کہا: "میں سمجھ گیا تیرا دماغ کیوں چل گیا ہے؟ قوریق نے تیری تعریفیں کر کے تجھے کہیں کا بھی نہیں رکھا۔ اب تیری بہتری اسی میں ہے کہ قوریق کو منع کر دے، وہ تیری تعریف سے باز آ جائے اگر وہ تیرے کہنے سے نہ مانا تو پھر میں اس کو کسی اور طرح سمجھاؤں گا۔"

سیورا قلی نے کہا: "قوریق کو سمجھانے کی کوئی ضرورت نہیں اس کو میں خود سمجھا دوں گی شاید اب وہ ایسا نہیں کرے گا مگر تم بھی قوریلتائی میں اوغدائی کی اس تجویز کو رد کر دو کہ اوغدائی کا خاندان مستقلاً خاقانوں کا خاندان بن جائے۔"

تولوئی نے حقارت سے جواب دیا: "میں ایسا نہیں کر سکتا۔"

سیورا قلی کو بے پایاں دکھ پہنچ رہا تھا، وہ ایک بار پھر دونوں گھٹنوں میں سر دے کر سوچ میں پڑ گئی۔

◯

رات کو جو بات طے پا گئی تھی، صبح ہوتے ہوتے وہ ایک بار پھر تذبذب اور تعطل میں پڑ گئی۔ تولوئی نے محمد یلواچ سے رازدارانہ پوچھا: "یلواچ میرا باپ تیری بڑی عزت کرتا تھا، تیرے خیال میں یہ بات کیسی ہے کہ خاقان ہمیشہ اوغدائی ہی کے خاندان میں پیدا ہوتے رہیں؟"

محمد یلواچ نے جواب دیا: "نیا خاقان جب خانِ اعظم ہی کی طرح خود کو عظیم ثابت کرے گا تو وہ یقیناً اپنے اس فیصلے پر نظر ثانی کرے گا اگر وہ خانِ اعظم کا ہم پلہ نہ بن سکا تو پھر اس کو یہ حق بھی حاصل نہیں رہے گا کہ وہ خاقانیت کو اپنے سے بھی کمتر لوگوں کے حوالے کر جائے۔"

اس جواب نے تولوئی کو مطمئن کر دیا، پوچھا: "تب پھر اب ہمیں کیا کرنا ہوگا؟ بھائی اوغدائی کی مخالفت یا اطاعت؟"

محمد یلواچ نے جواب دیا: "اطاعت، صرف اطاعت! ہمیں اپنے بہت سے معاملات پُراسرار اور نامعلوم مستقبل پر چھوڑ دینا پڑتے ہیں، ہر سمجھ دار انسان کو تاریخ کا یہ نکتہ یاد رکھنا چاہئے کہ زمانہ ظالم اور جابر کو تو گوارا کر لیتا ہے مگر کمزور، نااہل اور مذبذب لوگوں کو برداشت نہیں کر سکتا پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ خاقان کی نااہل اور نالائق اولاد تیری اہل اور لائق اولاد پر حکومت کرے۔" تولوئی کے سارے وسوسے اور خدشے رفع ہو گئے۔

چغتائی کے بدخواہ نہایت ہوشیاری اور چالاکی سے اس کو خاقان بننے کی تلقین کر رہے تھے بلکہ بعض وہ لوگ جنہیں یہ یقین ہو چکا تھا کہ اگر قوریلتائی کو ملتوی نہ کیا گیا تو اوغدائی خاقان بن کر رہے گا، اب ان کی یہ کوشش ہونے لگی کہ اس مجلس مشاورت کو فی الحال ٹال دیا جائے اس سلسلے میں انہوں نے شامانوں (ساحروں) کا سہارا لیا جو کہتے پھر رہے تھے کہ خاقان کے انتخاب کے لئے چند ماہ بہت منحوس ہیں، اس لئے اس مسئلے کو سردست التوا میں ڈال دیا جائے تو مناسب رہے گا۔"

جب یہ باتیں یوچوت سائی کے کانوں تک پہنچیں تو وہ آگ بگولا ہو گیا۔ اس نے اعلان کروا دیا کہ [illegible] شامان اس کے پاس آ جائیں وہاں سب سے تنہا بحث کر کے یہ ثابت کر دے گا کہ خاقان کے انتخاب کے لئے آج سے زیادہ مبارک دن برسوں نہیں آئے گا۔"

تولوئی، چغتائی اور ان کے چچا نے یوچوت سائی اور محمد یلواچ کے فیصلے کو قبول کر لیا جو یہ طے کر چکے تھے کہ قوریلتائی آج ہی منعقد ہوگی یا پھر کبھی نہیں۔ ان دونوں نے تینوں بھائیوں کو یہ یقین دلایا تھا کہ جاودانی نیلے آسمان پر یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ اگر تم لوگوں نے آج ہی خاقان کا انتخاب نہ کر لیا تو پھر تم ہمیشہ کے لئے خاقان سے محروم کر دیئے جاؤ گے اور تم سب آخر کار نااتفاقی کا شکار ہو کر آپس ہی میں لڑ جھگڑ کر تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔

چنانچہ اسی دن قوریلتائی کا انعقاد عمل میں آ گیا، ایک بہت بڑے شامیانے کے نیچے خانِ اعظم کی اولاد اور اس کے بھائی بھتیجے اپنے نامی گرامی سرداروں کے ساتھ بیٹھ گئے۔ یوچوت سائی اور محمد یلواچ کو خانِ اعظم کے بیٹوں بھتیجوں کے پاس جگہ ملی۔ خاقان کا تخت خالی تھا، اس کے نیچے تینوں بھائی اپنے چچا زاد بھائی باتو خان سے باتیں کر رہے تھے۔ تینوں اپنے تایا جوجی کی خوبیاں بیان کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو شاید یہ مسئلہ اتنا طول نہ پکڑتا اور اس کی مدد سے ہمیں خاقان مل چکا ہوتا۔

خاقان کے تخت سے نیچے ایک دوسری چوکی پر یوچوت سائی اچانک کھڑا ہو گیا اور اعلان کیا: "میرا خیال ہے اس شامیانے تلے ایک شخص بھی ایسا نہیں ہے جو خانِ اعظم کی وصیت کے خلاف کوئی عذر یا اعتراض پیش کرے۔ اگر کسی کو اعتراض ہو تو وہ یہاں میرے پاس آ جائے اور میری جگہ کھڑے ہو کر قوریلتائی کے شرکاء کو اس سے مطلع کرے۔"

تولوئی نے اپنی جگہ کھڑے ہو کر عذر پیش کیا: "جب بھائی اوغدائی خاقان بننے کے لئے تیار ہی نہیں تو پھر یہ مسئلہ کس طرح حل ہوگا؟"

یوچوت سائی نے جواب دیا: "کون کہتا ہے کہ اوغدائی خاقان بننے پر آمادہ نہیں؟"

محمد یلواچ نے کہا: "اوغدائی اپنے آپ تو خاقان بننے سے رہا اب

روحوں کو طلب کرنے کے لیے عمل کتاب
آئینہ بینی اور عمل حاضرات
قیمت ۷ روپے
اعوان اکیڈمی، پوسٹ بکس ۲۲۵۶
ناظم آباد کراچی ۱۸

یہ تم سب کا فرض ہے کہ کسی پس و پیش، تذبذب اور تامل کے بغیر اوغدائی کے خاقان ہونے کا اعلان کر دو۔"

یوچت سائی چوکی سے اتر کر چغتائی سے ملا اور اس کو وہاں سے اٹھا کر تخت کے پیچھے ایک دوسرے خیمے میں لے گیا۔ وہاں چغتائی کو سمجھانے لگا: "چغتائی! تو اپنے بھائیوں میں سب سے بڑا ہے اگر تو یہ چاہتا ہے، کہ خاقان کی وصیت پوری ہو اور تیری قوم نفاق اور انتشار سے محفوظ رہے تو خیر اور بھلائی کی طرف پہلا قدم تیرا اٹھنا چاہئے۔ تو آگے بڑھ اور اپنے بھائی تولوئی کی مدد سے اوغدائی کو خاقان کے تخت پر بٹھا دے۔"

چغتائی کی سمجھ میں یہ بات آگئی، وہ یوچت سائی کے ساتھ قوریلتائی کے شامیانے تلے واپس آگیا۔ چغتائی چھوٹی چوکی پر کھڑا ہو گیا، مجلسِ شاورت میں شرکاء کی نظریں چغتائی پر اور کان اس کی آواز پر لگے ہوئے تھے۔

چغتائی نے اعلان کیا: "میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ جب خانِ اعظم ہی نے اوغدائی کو اپنا جانشین نامزد کر دیا تھا تو پھر ہم سب میں اس کی تعمیل میں تذبذب کیوں پیدا ہو گیا؟"

اس کے بعد چغتائی چوکی سے اترا اور اوغدائی کا داہنا بازو پکڑ کر اٹھانے کی کوشش کی، لیکن بھاری جسم والا اوغدائی اٹھنے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ آخر چغتائی نے تولوئی کو آواز دی: "تولوئی! تو بیٹھا کیا دیکھ رہا ہے اوغدائی کا بایاں بازو تو پکڑ، آؤ اس کو زبردستی خاقان کے تخت پر بٹھا دیں۔"

تولوئی کے ساتھ ہی ان کا چچا بھی اپنی جگہ چھوڑ کر اوغدائی کے پاس چلا گیا۔ دونوں بھائیوں نے نئے خاقان کے دونوں بازو پکڑ لئے اور چچا نے کولھے کے نیچے ہاتھ دے کر سہارا دے کر خاقان کے تخت پر چڑھا دیا جس پر چیتے کی کھال کی مسند بچھی ہوئی تھی۔

چغتائی بڑی تیزی سے تخت سے نیچے اترا اپنے سر سے اونی ٹوپی اتاری اور اپنی پیٹی کمر سے کھول کر کاندھے پر ڈال لیا اور پھر تین بار اوغدائی کے سامنے دو زانو ہو کر اعلان کیا: "بھائی اوغدائی! اب تم ہمارے خاقان ہو۔"

چغتائی کے بعد شامیانے کے نیچے جو بھی موجود تھا، اپنی اپنی ٹوپیاں اتار کر اور پیٹیاں کاندھے پر ڈال کر خاقان کو تعظیمی سجدہ کیا۔ ان میں قرلوق پیش پیش تھا۔ دو زانو ہونے کے بعد تولوئی نے شراب کا ایک جام اوغدائی کی خدمت میں پیش کیا۔ وہ نہایت احترام سے کہہ رہا تھا: "اوغدائی! اب تم جھیل بیکال، ہرے بھرے اونان اور کیرلان اور گوبی کے کناروں پر آباد جملہ قبائل، خانِ اعظم کی فوج، بھورے خیموں میں آباد کل مخلوق اور یہاں کے علاوہ وہ بھی جو دنیا بھر میں ہیں، ان کی ساری مخلوق کے مالک اور خاقان ہو۔"

اوغدائی نے نہایت بے تکلفی سے شراب کا جام اپنے منہ سے لگا لیا۔

کچھ دیر بعد اوغدائی تخت سے اترا اور شامیانے سے نکل کر باہر آگیا، وہاں شراب کی تیز بو پھیلی ہوئی تھی کیونکہ قبائلی رسم کے مطابق خاقان کی باہر تشریف آوری سے پہلے ہی زمین پر خاصی شراب چھڑکی اور گرائی جا چکی تھی۔ باہر ہجوم نے اپنے نئے خاقان کو نعرے لگا لگا کر خوش آمدید کہا۔ یہیں اوغدائی نے یوچت سائی اور محمد یلواچ کو غور سے دیکھا۔ یہ دونوں نئے خاقان کو سجدے کئے بغیر ہی باہر چلے آئے تھے۔ اوغدائی نے بھی ان دونوں سے کسی قسم کی باز پرس نہیں کی، کیونکہ وہ خوب جانتا تھا کہ یہ دونوں اس کو سجدہ کریں یا نہ کریں لیکن سب سے زیادہ وفادار بھی دونوں ہیں۔ اور محمد یلواچ کے بارے میں وہ یہ بھی جانتا تھا کہ مسلمان کسی مخلوق کو سجدہ نہیں کرتے۔

اوغدائی نے دونوں سے شکایت کی: "میں نے سب کے اصرار پر خانِ اعظم کی وصیت پوری کر دی لیکن تم دونوں نے میری اولاد کو کیوں بھلا دیا؟ کیا یہ بات پہلے ہی نہیں طے پا گئی تھی کہ اگر میں خاقان بنوں گا تو اس شرط پر کہ آئندہ بھی خاقان میری ہی نسل سے ہوا کریں گے؟"

یوچت سائی نے پوچھا: "کیا نئے خاقان کی یہ بات خانِ اعظم کے علم میں تھی؟"

اوغدائی نے جواب دیا: "میں نے اپنی یہ شرط خانِ اعظم کے سامنے رکھی تھی مگر مجھے اس کا کوئی جواب نہیں ملا تھا۔"

اب محمد یلواچ بھی خاموش نہ رہ سکا، بولا: "تب پھر خاقان کو خود ہی یہ سوچ لینا چاہئے کہ جس بات کا جواب خانِ اعظم نے نہیں دیا تھا ہم لوگ کس طرح دے سکتے ہیں۔"

تولوئی اس جواب سے بہت خوش ہوا مگر اوغدائی غیر مطمئن ہی رہا، بولا: "حالانکہ کل رات یہ بات طے پا چکی تھی۔"

محمد یلواچ نے جواب دیا: "بے شک یہ بات رات کو طے پا چکی تھی اور ہم سب اب بھی یہ عہد کرنے کو تیار ہیں کہ جب تک خاقان کی نسل میں اولادِ نرینہ پیدا ہوتی رہے گی، خاقان کا انتخاب اسی سے ہوا کرے گا، خواہ اولادِ نرینہ کے نام سے گوشت کا لوتھڑا ہی کیوں نہ پیدا ہو مگر خاقان کو یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ پُر اسرار اور نامعلوم مستقبل کا فیصلہ ہم لوگ کس طرح کر جائیں گے؟ ہم ماضی بن کر مُردوں میں آرام کر رہے ہوں گے جبکہ مستقبل زندہ اور فعال ہو گا، زندہ بہت کم مُردوں کا احترام کرتے ہیں۔"

اس جواب سے تولوئی نے سوچا کہ خانِ اعظم محمد یلواچ کی بے جا عزت نہیں کرتا تھا۔

یوچت سائی نے کہا: "خاقان کی نسل کو جو عزت اور فضیلت دی جا رہی ہے اس میں اتنی سی تبدیلی کر دی جائے تو بہتر رہے گا یعنی کہ خاقان کی نسل سے اس وقت تک خاقان چنے جاتے رہیں گے جب تک کہ اولادِ نرینہ کے نام سے گوشت کا اتنا بڑا لوتھڑا ابھی کیوں نہ پیدا ہو کہ اگر اس کو گھاس پر پھینک دیا جائے تو مویشی اس کے خوف سے گھاس چرنے سے باز رہیں۔"

شاید اوغدائی کو اپنی شرط کی کمزوری اور ناپائیداری کا خود ہی احساس ہو گیا، بولا: "واقعی یہ بات بھی درست ہے کہ نالائق اور نااہل لائق اور اہل پر کس طرح حکومت کریں گے۔"

○

قرلوق یہ خبر لے کر سیدھا اپنی چچی سیوراقتلی کے پاس پہنچا اور اس کو بتایا کہ اس کا باپ اوغدائی خاقان بن چکا ہے۔ یہ خبر بجلی کی طرح اس کے حواس پر گری۔ اس نے اپنے بیٹوں کی بابت سوال کیا۔

"میرے بیٹے کہاں ہیں؟"

قرلوق نے جواب دیا: "وہ سب قوریلتائی کے شامیانے تلے نئے خاقان کی خوشی میں ضیافت اڑا رہے ہیں اور یہ ضیافت بھی تیرے شوہر اور میرے چچا تولوئی کے ہاتھوں منعقد ہوئی ہے۔"

چچی سیوراقتلی بے حد غم زدہ تھی مگر اس نے خود پر قابو رکھا اس نے اپنے چہرے پر مسکراہٹ بکھیر دی اور قرلوق کو مبارکباد دی کہ اب اس کا باپ ہم سب کا خاقان ہے۔

قرلوق کو بڑی حیرت تھی کہ سیوراقتلی کو دکھ کیوں نہیں ہوا؟

سیوراقتلی نے کہا: "قرلوق! تو اپنی ماں کے پاس پہنچ اور اس کو یہ خوش خبری سنا دے، اتنی دیر میں، میں خود بھی بناؤ سنگھار کر کے وہیں پہنچ رہی ہوں۔"

قرلوق نے وعدہ لیا: "کیا سچ؟ تو سچ مچ بناؤ سنگھار کر کے میری ماں کے پاس پہنچ رہی ہے؟"

سیوراقتلی نے جواب دیا: "میں جھوٹ نہیں بولتی، اور پھر یہ وعدہ تجھ سے کر رہی ہوں۔"

قرلوق چچی سیوراقتلی کے پاس سے اپنی ماں کے پاس پہنچا، تورا کینہ نے اپنے بیٹے کو سینے سے لگا کر بھینچ ڈالا، بولی: "اس خبر کا میں ایک عرصہ سے بڑی بے چینی سے انتظار کر رہی تھی، ابھی ایک دن پہلے تک میں کچھ مایوس بھی ہو گئی تھی۔"

صغورا سجدے میں گری ہوئی اپنے رب کا شکر ادا کر رہی تھی جس نے اوغدائی کو خاقان بنا کر اس کی اور مسلمانوں کی عزت و آبرو رکھ لی تھی۔ قرلوق نے صغورا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا: "یہ عورت اوندھے منہ پڑی کیا کر رہی ہے؟ کہیں یہ بیمار تو نہیں ہے؟"

تورا کینہ نے قرلوق کو سمجھانے کی کوشش کی: "قرلوق! صغورا مسلمان ہے اور مسلمان ایک ایسے خدا کی پرستش کرتے ہیں جو ان کے بقول موجود تو ہے مگر کسی کو نظر نہیں آتا۔ صغورا نے اپنے خدا سے دعا مانگی تھی کہ اگر اوغدائی کو خاقان چن لیا گیا تو وہ سو رکعت نمازِ شکرانہ ادا کرے گی چنانچہ اب یہ نمازِ شکرانہ ادا کر رہی ہے۔"

اسکاٹ لینڈ کے باشندے کنجوس ہی نہیں ہوتے، پھرتیلے بھی ہوتے ہیں، خصوصاً رقم کے معاملے میں اُن کی پھرتی قابلِ دید ہوتی ہے۔ سینڈی اپنے فلیٹ کی کھڑکی صاف کر رہا تھا کہ اس کی جیب سے نکل کر چالیس پنس کا سکہ کھڑکی سے باہر جا گرا۔
سینڈی اتنی تیزی سے زینہ اترتا ہوا نیچے پہنچا کہ کھڑکی سے گرنے والا سکہ ٹھیک اُس کے سر پر آ کر گرا۔

قرلوق نے پوچھا: "اور یہ نمازِ شکرانہ کیا چیز ہوتی ہے؟"

تورا کینہ نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی: "مسلمان کی وہ عبادت جسے وہ اپنے رب کے شکرانے میں ادا کرتے ہیں۔"

شام تک بڑی چہل پہل رہی، تورا کینہ کا خیمہ پیغامِ تہنیت لانے والوں سے بھر گیا۔ قرلوق کو اپنی چچی سیوراقتلی کا بڑی بے چینی سے انتظار تھا۔ وہ خیمے کے باہر ادھر اُدھر ٹہل کر اس کا انتظار کر رہا تھا، شام سے ذرا پہلے قرلوق نے سیوراقتلی کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا اس نے غضب کا سنگھار کر رکھا تھا۔ تینوں بیٹے اس کے ساتھ تھے اور وہ ہنسی خوشی باتیں کرتی چلی آ رہی تھی۔ قرلوق نے آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا بولا: "چچی سیوراقتلی! جتنی حسین تو آج نظر آ رہی ہے پہلے کبھی نہیں نظر آئی تھی۔"

سیوراقتلی نے پوچھا: "کیا تیری ماں اندر موجود ہے؟"

قرلوق نے جواب دیا: "ہاں وہ اندر موجود ہے مگر اس وقت آنے والوں کی خاطر مدارات میں لگی ہوئی ہے۔"

سیوراقتلی نے کہا: "اچھا میں اندر جا رہی ہوں مگر تو میرے پاس نہیں آئے گا۔" پھر مسکرا کر بڑے انداز میں کہا: "میں تیری زبان سے اپنے حسن و شباب کی تعریفیں مزید سنوں گی مگر سب کے سامنے نہیں، تنہائی میں، کیونکہ مجمع میں حاسد بہت ہوتے ہیں اور خلوت کی مدح ستائش بڑا لطف دیتی ہے۔"

سیوراقتلی نے سفید ریشمی لبادہ پہن رکھا تھا، گالوں پر چینی غازہ اور آنکھوں میں کاجل لگا ہوا تھا اس نے تورا کینہ کو ہنسی خوشی مبارکباد دی کہ اس کا شوہر اب ہم سب کا آقا ہے۔

تورا کینہ نے جواب دیا: "اور تجھے بھی مبارک ہو کہ میرا شوہر جو اب خاقان ہے تیرے شوہر کا بھائی بھی تو ہے۔"

اس وقت تورا کینہ کا خیمہ بالکل بھر چکا تھا اور تورا کینہ کو اتنی فرصت ہی نہ تھی کہ کسی ایک پر خاص توجہ دے سکے، سیوراقتلی دوسرے مغول سرداروں کی بیویوں سے باتیں کرنے لگی۔ صغورا نے شکرانے کی نماز کی بقیہ رکعتیں کسی دوسرے وقت کے لئے اٹھا رکھیں، اس نے سیوراقتلی کو بنا سنورا جو دیکھا تو ادھر اُدھر قرلوق کو تلاش کرنے لگی۔ اس نے سیوراقتلی سے پوچھا: "قرلوق ابھی تو یہیں کہیں موجود تھا۔ اب کہاں ہو گیا؟"

سیوراقلی نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ وہ مغل سرداروں کی بیویوں سے باتیں کرتی رہی۔ کسی لڑکی نے جواب دیا: "قرلیق باہر موجود ہے۔"

صفورا چپ چاپ باہر نکل گئی۔ وہاں قرلیق کو اشارے سے اپنے پاس بلا کر دریافت کیا: "کیا بات ہے قرلیق؟ کیا تو نے اپنی چچی سیوراقلی کو دیکھا؟ آج تو اس نے غضب کا سنگھار کر رکھا ہے۔"

قرلیق نے جواب دیا: "ہاں، مگر اس نے مجھ کو اندر آنے سے منع کر دیا ہے۔"

صفورا نے کہا: "قرلیق! اب تو خاقان زادہ ہے اور مستقبل کا خاقان بھی۔ کیا تیرے لئے عورتوں کی کوئی کمی ہے؟"

چالاک قرلیق سمجھ گیا کہ صفورا کہنا کیا چاہتی ہے، بولا: "کوئی کمی نہیں، مگر چچی سیوراقلی مجھے بہت زیادہ اچھی لگتی ہے۔ کاش وہ میرے چچا کی بیوی نہ ہوتی۔"

صفورا نے اسے ٹٹولا: "شاید سیوراقلی بھی تجھے پسند کرتی ہے۔"

قرلیق نے جواب دیا: "ہاں، جب میں اس کے حسن اور شباب کی تعریفیں کرتا ہوں تو وہ بہت خوشی محسوس کرتی ہے جبکہ چچا تولوئی کو میری یہ بات ناپسند ہے۔"

صفورا نے کہا: "اگر تو پسند کرے تو میں تجھ کو ایک کام کی بات بتاؤں۔"

قرلیق نے جواب دیا: "میں وہ کام کی بات ضرور سنوں گا کیونکہ تم کتابوں کے شہروں سے تعلق رکھنے والے لوگ بڑی عقل رکھتے ہو اور بہت اچھے مشورے دیتے ہو۔"

صفورا نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا: "چلو، کہیں بیٹھ کر باتیں کریں۔ یہاں کچھ دوسرے لوگ بھی موجود ہیں۔"

قرلیق نے عذر پیش کیا: "اگر میں یہاں سے ٹل گیا تو چچی سیوراقلی مجھ سے ملے بغیر ہی واپس چلی جائے گی۔"

صفورا نے جواب دیا: "میرا مشورہ تیری اس ملاقات سے زیادہ قیمتی ہے۔"

قرلیق نے ذرا سے تامل کے بعد صفورا کی بات مان لی اور اس کو ایک خالی خیمے میں لے گیا۔ وہاں چمڑے کی مسندیں لگی تھیں اور زمین پر پھولدار قالین بچھے ہوئے تھے۔ یہ قرلیق کا اپنا خیمہ تھا۔ درمیان میں شراب کی صراحیاں اور چوبی جام رکھے تھے۔ قرلیق شراب کے پاس بیٹھ گیا اور صراحی سے شراب انڈیلتے ہوئے پوچھا: "کیا تو شراب پئے گی؟"

صفورا نے جواب دیا: "میں شراب نہیں پیتی، کیونکہ میں مسلمان ہوں اور اسلام میں شراب کو حرام قرار دیا گیا ہے۔"

قرلیق نے حقارت سے کہا: "اسی لئے مجھے مسلمان ذرا بھی پسند نہیں۔ شراب جیسی کارآمد اور مزے دار چیز کو حرام قرار دے دیا۔"

صفورا نے جواب دیا: "قرلیق! یہ ایک لمبی بحث ہے جو تیری سمجھ میں نہیں آسکے گی۔"

قرلیق نے کہا: "اچھا اب تو وہ مشورہ دے جس کے لئے تو مجھے یہاں لائی ہے۔"

صفورا نے پوچھا: "پہلے مجھے معلوم ہونا چاہئے کہ تو اپنی چچی سیوراقلی کو کیوں اور کس حد تک پسند ہے؟ اور تجھ کو اپنی مطلب براری میں کیا دشواری پیش آرہی ہے؟"

قرلیق نے جواب دیا: "مجھے چچی سیوراقلی بہت اچھی لگتی ہے یہاں تک کہ اگر وہ چچا تولوئی کی بیوی نہ ہوتی تو میں اس کو اپنی بیوی بنا لیتا۔"

صفورا نے پوچھا: "مگر اب تو کیا چاہتا ہے؟"

قرلیق نے جواب دیا: "صرف یہ کہ جس طرح میں سیوراقلی کو چاہتا ہوں وہ بھی مجھے چاہنے لگے۔"

صفورا نے پوچھا: "اگر وہ تجھ کو چاہنے بھی لگے تو اس سے فائدہ؟"

قرلیق کو غصہ آگیا: "سوال ہی کرتی رہے گی یا کوئی مشورہ بھی دے گی۔ اس سے بہتر تو یہ تھا کہ میں تیرے ساتھ نہ آتا اور چچی سیوراقلی کے انتظار میں وہیں کھڑا رہتا۔"

صفورا نے بڑے تحمل سے کہا: "خاقان زادے! غصے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں تجھ کو وہ ترکیب بتاؤں گی جس سے سیوراقلی بھی تجھ کو چاہنے لگے۔ کیونکہ یہ کوئی مشکل ہی نہیں لیکن اس میں ایک خطرہ بھی پایا جاتا ہے۔"

قرلیق نے کہا: "خطرہ کیا چیز ہے، میں نہیں جانتا۔ میں چچی سیوراقلی سے شادی بھی نہیں کرنا چاہتا کیونکہ وہ ابھی چچا تولوئی کی بیوی ہے اور اس کے اپنے شوہر سے چار بیٹے بھی ہیں۔"

صفورا نے جواب دیا: "خاقان زادے! تو بہت عجیب و غریب ہے۔ تو اپنی چچی سیوراقلی سے شادی بھی نہیں کرنا چاہتا اور اس کو اپنے دل سے نکالنا بھی نہیں چاہتا۔ پھر تو چاہتا کیا ہے؟"

قرلیق نے کہا: "میں خان اعظم کا پوتا اور خاقان کا بیٹا ہوں۔ میرے دادا نے بیشتر دنیا کو فتح کر ڈالا اور میرے باپ اور چچا نے بھی بڑے بڑے سرکشوں کی گردنیں جھکا دیں۔ میرے آباؤ اجداد شکست کو سختی سے ناپسند کرتے تھے۔ اسی طرح میں بھی ہار سے سخت نفرت کرتا ہوں۔ میں چچی سیوراقلی کو اپنی محبت میں مبتلا کرنا چاہتا ہوں۔ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو یہ بھی چاہتا ہوں کہ وہ بھی مجھ سے محبت کرے۔ میں اس کو اپنی محبت میں مبتلا کر کے واپسی اختیار کروں گا۔ بس اور کچھ نہیں۔"

صفورا نے کہا: "سیوراقلی کو خود پر مائل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ تو اس کی قصیدہ خوانی میں اضافہ کر دے۔ کیونکہ میں عورت ہوں اور یہ جانتی ہوں کہ ایک عورت اپنے حسن و شباب کی تعریف سن کر کتنی بے وقوف بن جاتی ہے۔"

قرلیق کو بے اختیار ہنسی آگئی، بولا: "کیا یہی وہ مشورہ ہے جس پر تو بڑا ناز کر رہی تھی؟"

صفورا نے جواب دیا: "ہاں، یہی میرا وہ مشورہ ہے جس پر عمل کر کے کوئی مرد کبھی ناکام نہیں ہوا۔ اس کا کچھ کچھ اثر تو تُو نے خود بھی دیکھ لیا ہے۔ کیا سیوراقلی تیری مدح و ستائش کو بغور اور بشوق نہیں سنتی؟"

قرلیق نے کہا: "لیکن اس ترکیب سے تو میں واقف ہوں اور میں نے اس پر عمل کر کے چچی سیوراقلی کو کسی حد تک خود پر مائل بھی کر لیا ہے۔"

صفورا نے جواب دیا: "تو اس ترکیب سے ذرا بھی واقف نہیں تھا۔ تو نے سیوراقلی کے حسن و شباب سے متاثر ہو کر بے اختیار اس کی قصیدہ خوانی شروع کر دی اور یہ محض ایک اتفاق تھا کہ سیوراقلی کو زیر کرنے کا یہی طریقہ بھی تھا۔"

قرلیق نے بے بسی سے کہا: "اچھا تو تُو یہ کہنا چاہتی ہے کہ میں اپنی چچی سیوراقلی کے حسن و شباب کی تعریفیں جاری رکھوں۔"

صفورا نے جواب دیا: "ہاں اسے جاری رکھ اور اس میں کچھ شدت بھی پیدا کر دے۔ لیکن نہایت ہوشیاری اور چالاکی سے۔ کیونکہ اگر سیوراقلی کو یہ معلوم ہو گیا کہ تو جو رطب لسانی کر رہا ہے اس میں تیرا ارادہ اور تیرا مقصد شامل ہے تو اس کا الٹا اثر ظاہر ہوگا یعنی اس علم کے بعد بالکل ممکن ہے کہ سیوراقلی تجھ سے کنارہ کشی اختیار کر لے۔"

قرلیق نے تحسین آمیز نظروں سے صفورا کو گھورا، بولا: "تُو تو بڑی عقل کی باتیں کر لیتی ہے۔"

صفورا نے کہا: "ہاں، ایک بات اور خاقان زادے! یہ عشق بڑی پراسرار شے ہے۔ اس کی مثال اس دریا جیسی ہے جو اپنے مخرج میں نہایت تنگ اور مختصر ہوتا ہے مگر جیسے جیسے یہ آگے بڑھتا ہے اور میدانوں میں داخل ہوتا ہے اس کی چوڑائی اور گہرائی میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔"

قرلیق نے اپنے ذہن پر بڑا زور دیا کہ صفورا کی باتوں کا پورا پورا مطلب سمجھ لے لیکن اس کے کچھ پلے نہ پڑا۔ اکتا کر بولا: "تو معلوم نہیں کیا کہہ رہی ہے۔ آخر ایسی باتیں کیوں نہیں کرتی جو میری سمجھ میں آجائیں۔ اتنی بڑی بڑی باتیں کر کے کہیں تو مجھے بے وقوف تو نہیں بنا رہی؟"

صفورا نے جواب دیا: "خاقان زادے! یہ عقل اور علم کی باتیں تیری سمجھ میں ذرا مشکل سے آئیں گی۔ ہاں تو میں تجھ کو یہ بتا رہی تھی کہ عشق بڑی پراسرار شے کا نام ہے۔ اس کی ابتدا اچانک اور غیر محسوس ہوتی ہے مگر جب اسے شعور حاصل ہو جاتا ہے تو گویا اس سے شاخیں پھوٹنے لگتی ہیں اور اس میں برگ و بار آنے لگتے ہیں۔ تو گویا خواہشیں، آرزوئیں جنم لینے لگتی ہیں۔ عشق وسعت اور پھیلاؤ اختیار کر لیتا ہے۔"

قرلیق نے اکتا کر کہا: "لیکن ان باتوں کا مجھ سے کیا تعلق ہے؟"

صفورا نے جواب دیا: "ان کا تجھ سے گہرا تعلق ہے۔ ابھی تو تُو یہ چاہتا ہے کہ تو اپنی چچی سیوراقلی کو جیت لے، اس کو اپنے عشق میں مبتلا کر لے مگر میں جانتی ہوں کہ عشق کا سفر یہاں ختم نہیں ہوگا۔ اس کا سفر تیری یا تیری چچی سیوراقلی کے ارادوں کا تابع نہیں رہے گا۔ یہ جاری رہے

> "تمہیں کیسے اندازہ ہوا کہ جاوید ریحانہ سے شادی کرنا چاہتا ہے؟"
>
> "اس کے تحفے دیکھ کر۔"
>
> "تحفے دیکھ کر؟"
>
> "ہاں، وہ ریحانہ کو ایسے تحفے پیش کرتا ہے جنہیں عرصہ دراز تک گھر میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔"

گا معلوم نہیں کب تک اور کہاں تک۔ جس طرح اس کی ابتدا عجیب و غریب ہوتی ہے اسی طرح اس کی انتہا بھی بڑی عجیب اور ناقابل فہم ہوتی ہے۔"

قرلیق کچھ دیر فکر مند بیٹھا رہا۔ وہ صفورا کی باتوں سے ڈر گیا تھا پھر ایک دم قہقہہ مار کر ہنس دیا، بولا: "جنہیں کتابیں پڑھنی آتی ہیں وہ ضرورت سے زیادہ شکی اور باتونی ہو جاتے ہیں۔ سیدھی سادھی باتوں کو پیچیدہ بنا کر پیش کرتے ہیں۔ یہ کیا عشق و محبت کی رٹ لگا رکھی ہے۔ عورت کا بس ایک ہی مصرف ہے اور اس مصرف کا علم ہر فرد کو ہے۔"

صفورا کو بڑی مایوسی ہوئی۔ اس نے قرلیق کو جو کچھ سکھایا پڑھایا تھا، وہ سب خاک میں مل گیا۔ بولی: "اچھا خاقان زادے! اگر میری باتیں تیری سمجھ میں نہیں آئیں تو کوئی بات نہیں۔ مجھے تجھ سے ہمدردی ہے لیکن اپنی چچی سیوراقلی کے حسن و شباب کی تعریفیں جاری رکھنا۔ اگر اس کے بعد تیری چچی تیرے عشق میں مبتلا ہو جائے تو مجھے یاد کر لینا کیونکہ اگر کسی پتھر پر پانی کی بوندیں متواتر پڑتی رہیں تو پتھر بھی گھس جاتا ہے۔ اس میں بھی جگہ بن جاتی ہے۔ عورت تو پھر عورت ہے۔ اس کے سینے میں تو گوشت کا لوتھڑا ہوتا ہے اور یہ لوتھڑا کسی مرد کی مدح و ستائش سے بری طرح دھڑکنے لگتا ہے۔"

قرلیق نے بڑی حریص نظروں سے صفورا کو گھورا اور شرارت آمیز لہجے میں بولا: "تیرا کیا نام ہے؟ شاید صفورا۔ اگر تو میرے باپ کے تصرف میں نہ ہوتی تو میں اسی وقت تجھ کو بتاتا کہ میں عورت کو کیا سمجھتا ہوں اور اس کا کتنا صحیح استعمال مجھے آتا ہے لیکن افسوس کہ تو میرے باپ اور دنیا کے خاقان کے تصرف میں رہتی ہے۔"

صفورا بدحواس ہو کر کھڑی ہو گئی۔ وہ پریشان تھی کہ کس مصیبت میں پھنس گئی۔ اس نے قرلیق سے جانے کی اجازت چاہی جو فوراً ہی مل گئی۔ خود قرلیق بھی چچی سیوراقلی کو دیکھنے اور اس سے باتیں کرنے کا شائق تھا۔ وہ صفورا سے پہلے ہی خیمے سے نکلا اور اپنی ماں کے خیمے کے در پر کھڑا ہو گیا۔ اس نے ایک دربان سے پوچھا: "کیا سیوراقلی چلی گئی ...؟"

دربان نے جواب دیا: "ہاں، وہ چلی گئی لیکن جانے سے پہلے وہ خاقان زادے کو پوچھ رہی تھی۔"

قرلوق نے پوچھا: "پھر تم لوگوں نے کیا جواب دیا؟"

دربان نے جواب دیا: "میں نے اس سے کہہ دیا کہ خاقان زادہ جیسے ہی ملا، آپ کا پیغام پہنچا دیا جائے گا۔"

قرلوق نے صغرا کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا: "اس ذلیل عورت کو اس کا اپنا رب ذلیل و خوار کرے۔ میرا وقت بھی برباد کیا اور مجھے کام کی کوئی بات بھی نہیں بتائی۔"

صغرا، توراکینہ کے خیمے کے در پر پہنچی تو وہاں قرلوق کو دیکھ کر ٹھٹکنے لگی۔ لیکن قرلوق نے آواز دے کر روک لیا۔ بولا: "عورت! میں نے تجھ کو معاف کر دیا لیکن آئندہ کسی دوسرے مرد کو بے وقوف بنانے کی کوشش ہرگز نہ کرنا کیونکہ ہر مرد تجھ کو میری طرح معاف نہیں کرے گا۔"

صغرا بڑی تیزی سے قرلوق کے پاس سے گزری اور توراکینہ کے خیمے میں گھس گئی۔

✿

نئے خاقان نے پہلا حکم یہ دیا کہ تین دن تک خانِ اعظم کی موت کا سوگ منایا جائے حالانکہ خانِ اعظم کو مرے ہوئے دو سال گزر چکے تھے۔ سوگ میں ماتمی ضیافت کا اہتمام ہوا اور ہر کسی نے گھوڑے کے اور دوسرے مویشیوں کا اُبلا ہوا گوشت جی بھر کے کھایا۔ ان سب کو پینے کے لئے شراب اور گھوڑی کا دودھ پیش کیا گیا۔

اس کے بعد اس نے اپنے بھائیوں، چچا اور سرداروں کو حکم دیا کہ وہ سب خانِ اعظم کی قبر پر چلیں، جو برخان کالدون (کوہستانِ قوت و اقتدار) میں تھی۔ خاقان ہی کے حکم پر چالیس خوبصورت لڑکیوں اور چالیس چتکبرے گھوڑوں کا انتظام کیا گیا۔ یہ لڑکیاں حاکموں اور سرداروں کی بیٹیاں تھیں۔ برخان کالدون کا محلِ وقوع بڑا حسین تھا۔ اس کے چاروں طرف مختلف دریاؤں کے منبعے تھے۔ اس کے شمال مشرق میں دریائے انگوڈا، اس کے نیچے مشرق میں دریائے اورکا، جنوب میں دریائے کیرولان اور اس کے متوازی جنوب مغرب میں دریائے تولا بہہ رہے تھے۔ برخان کالدون ان سب کے منبعوں کے بیچوں بیچ بڑے بڑے صنوبروں کے زیرِ سایہ موجود تھا۔ برخان کالدون کے اوپر شمال میں جھیل بیکال تھی۔

خاقان کے حکم سے لڑکیوں کو بیش قیمت لباس اور قیمتی زیورات پہنائے گئے۔ پھر ان لڑکیوں اور چتکبرے گھوڑوں کو خانِ اعظم کی قبر کو کھول کر دفن کر دیا گیا۔ لڑکیوں اور گھوڑوں کو زندہ نہیں دفن کیا گیا بلکہ خاقان کے حکم پر ایک طاقت ور منگول آگے بڑھا اور بڑی آسانی سے باری باری ان لڑکیوں کا گلا گھونٹ دیا اور مُردہ لڑکی کو خانِ اعظم کے قبروں میں ڈالتے گئے پھر یہی چالیس چتکبرے گھوڑوں کو بھی ہلاک کر کے خانِ اعظم کی قبر میں ڈال دیا گیا۔ خانِ اعظم کا جو قبر میں ٹیک لگائے بڑے آرام سے بیٹھا ہوا تھا اور اب یہ قبر ایک گھاٹی یا خندق کی حیثیت اختیار کر چکی تھی۔

یوچت سائی اس ظلم کو برداشت نہ کر سکا۔ خاقان سے پوچھا: "یہ لڑکیاں کیوں ہلاک کر دی گئیں؟"

خاقان نے جواب دیا: "تاکہ دوسری دنیا میں خانِ اعظم کی خدمت کر سکیں۔"

ایک بڑھئی جو سپاہی بھی تھا اور چغتائی کے حمائتیوں میں سے تھا — یوچت سائی سے بہت ناراض تھا۔ خاقان سے کہا: "خاقان جانتے ہیں کہ میں ایک کارآمد شخص ہوں۔ میں فوج کے لئے تیر بھی تیار کرتا ہوں اور سپاہی بھی ہوں، مگر میں یہ نہیں جان سکا کہ یوچت سائی کا کیا کام ہے؟ کیا محض باتیں بنانا یا کچھ اور بھی؟"

یوچت سائی نے ہاتھ کے اشارے سے خاقان کو منع کیا کہ چونکہ یہ سوال اس کی ذات سے متعلق ہے اس لئے اس کا جواب بھی وہی دے گا۔

خاقان نے اجازت دے دی۔

یوچت سائی نے کہا: "تو ترکھان ہے محض بڑھئی یا سپاہی۔ تیرے تیر تو کوئی دوسرا شخص بھی تیار کر سکتا ہے، مگر میں جو کام کرتا ہوں کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔"

ترکھان نے شرمندہ ہو کر گردن جھکالی۔

یہاں خاقان کو کسی نے بتایا کہ اس ہجوم میں اس کا اپنا بیٹا قرلوق نہیں ہے۔

جب کسی نے کوئی جواب نہیں دیا تو خاقان نے حکم دیا کہ: "قرلوق جہاں بھی ہو اس کو میرے پاس کھینچ کر لایا جائے۔"

اس خبر کو آناً فاناً زیرِ تعمیل لایا گیا اور قرلوق کو اس کی ماں کے خیمے سے پکڑ کر خاقان کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ خاقان نے اس کو ملامت کی کہ: "جب ہر کوئی برخان کالدون میں موجود ہے تو تُو خیمے میں کیا کر رہا ہے؟"

قرلوق نے جواب دیا: "میری طبیعت خراب ہے۔"

خاقان نے بیٹے کو اپنے پاس بٹھالیا اور تقریباً کان میں کہا: "تُو خاقان کا بیٹا ہے اور میرے بعد تُو ہی اپنی قوم اور دنیا کا خاقان بنے گا۔ پھر تُو سیورا قطنی کے چکر میں کیوں پڑ گیا؟"

قرلوق نے جواب دیا: "سیورا قطنی مجھے اچھی لگتی ہے۔"

خاقان نے کہا: "لیکن وہ تولوئی کی بیوی اور اس کے بچوں کی ماں ہے۔"

قرلوق نے پوچھا: "اس وقت میں خاقان سے مخاطب ہوں یا اپنے باپ سے؟"

خاقان نے جواب دیا: "اپنے باپ سے۔"

قرلوق نے کہا: "میں نے یہ کب کہا ہے کہ سیورا قطنی چچا تولوئی کی بیوی اور اس کے بیٹوں کی ماں نہیں ہے۔"

خاقان نے سختی سے کہا: "میں تیرا باپ ہی نہیں خاقان بھی ہوں۔ میں خانِ اعظم کے ضابطۂ قانون یاسا کا محافظ ہوں۔ یاسا میں زنا کی

سزا موت ہے۔ اگر تُو نے اس کا ارتکاب کیا تو میں تجھے قتل کرا دوں گا۔"

قرلوق نے عرض کیا: "اگر میں ایسی غلطی کروں گا تو اس کی سزا بھی بھگتوں گا۔ ویسے میں بہت محتاط ہوں اور میں خود، جو کل خاقان بنے گا، یاسا کے خلاف کوئی قدم کس طرح اٹھا سکتا ہوں۔"

تولوئی دُور سے دونوں کی باتیں سننے کی کوشش کر رہا تھا مگر کچھ سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں۔ اب اس کو خاقان کی عزت اور مرتبے کا اتنا احساس تھا کہ خاقان کی اجازت کے بغیر وہ اس کے قریب تک نہ جا سکتا تھا۔ معلوم نہیں کس طرح خاقان کو تولوئی کا خیال آ گیا۔ اس نے تولوئی کو اپنے پاس بلا لیا اور اپنے بھائیوں کے پاس بٹھا کر سمجھایا: "تولوئی! اپنی بیوی سیورا قطنی کو سمجھا دے کہ وہ قرلوق کی تعریفیں نہ سنا کرے ورنہ اگر قرلوق پھسل گیا تو میں اس کو قتل کرا دوں گا۔"

تولوئی نے جواب دیا: "یوں تو خاقان کے حکم کی تعمیل ہو جائے گی مگر......؟"

خاقان نے پوچھا: "یہ اگر مگر کیا؟"

تولوئی نے جواب دیا: "اگر میں قرلوق کو منع کر دوں کہ وہ اپنی سیورا قطنی کی تعریفیں نہ کیا کرے تو اس سے میری بیوی سیورا قطنی کو بہت دکھ پہنچے گا۔"

خاقان نے کہا: "تولوئی! تیری بیوی بہت شاندار ہے بالکل ملکہ جیسی۔"

تولوئی نے جواب دیا: "میں اور میرے پاس جو کچھ بھی ہے خاقان ہی کا تو ہے۔"

✿

برخان کالدون میں مال و زر سے لدے ہوئے بے شمار چھکڑے کھڑے تھے۔ ان میں وہ سامان بھرا ہوا تھا جو خانِ اعظم کی آخری مہم میں منگولوں کے ہاتھ آیا تھا۔ ابھی تک اسے کسی نے ہاتھ تک نہ لگایا تھا۔ خاقان نے حکم دیا کہ اس کو اردو میں تقسیم کر دیا جائے چنانچہ اس حکم کے بعد تقسیم شروع ہوئی۔ اور یہ سلسلہ کئی دن تک جاری رہا۔

خاقان اپنے خیمے میں واپس آیا تو توراکینہ نے آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا۔ صغرا نے بھی خوش آمدید کہا اور خاقان کو بتایا کہ یہ جو کچھ بھی ہوا اللہ کی مہربانی سے ہوا ہے۔ توراکینہ صغرا کی ہم خیال تھی۔ اور اس کو بھی یہ یقین ہو گیا تھا کہ مسلمان کا خدا نسطوری راہبوں کے خدا سے زیادہ طاقت ور ہے۔ تولوئی کی بیوی سیورا قطنی نے بارہا نسطوریوں کے گرجے میں جا کر دعائیں مانگی تھیں مگر آخرکار صغرا کے خدا نے سیورا قطنی کی دعاؤں کو بے اثر اور اوغدائی کو خاقان بنا دیا تھا۔ توراکینہ نے اپنے شوہر خاقان کو سمجھایا کہ اگر خاقان یہ چاہتا ہے کہ اپنے دشمنوں اور بدخواہوں کو زیر رکھے تو مسلمانوں کا خاص خیال رکھے اور انہیں اعلیٰ عہدے بخشے۔

خاقان کے کانوں میں جب یہ باتیں بار بار پہنچیں اور اس نے خود مسلمانوں کے حالات پر نظر ڈالی جن سے گزر کر وہ حیرت انگیز طور پر خاقان بن گیا تھا تو اسے مسلمانوں کے خدا پر یقین کرنا پڑ گیا۔ اس نے مسلمانوں کو بڑی عزت دی۔ انہیں اپنا ساتھی کہا اور محمد یلواچ کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ حالانکہ خاقان کے بھائی اور چچا یہ سمجھ رہے تھے کہ وزیر کا منصب ختا کے جیلوف یوچت سائی کو دیا جائے گا لیکن خاقان نے یوچت سائی کو شمالی چین کا ناظم بنا دیا تھا۔

✿

خاقان کا خیمہ پہلے سے زیادہ شاندار ہو چکا تھا۔ جس میں ہر طرف قیمتی ریشمی پردوں کے تھان کے تھان لٹک رہے تھے۔ خیمے کے ایک حصہ میں خاقان کی خواب گاہ تھی۔ خاقان جب بہت تھک جاتا تو وہ اپنے بستر پر چلا جاتا۔ جو ایک قسم کی لکڑی کی مسہری پر بچھا رہتا۔ مسہری کے نیچے دور تک خاقان کی پسندیدہ چالیس لڑکیاں موجود رہتیں۔ وہ اپنے اپنے بستروں پر چاق و چوبند اور مستعد اس وقت تک بیٹھی رہتیں جب تک خاقان خود سو نہ جاتا۔ خاقان کے اپنے بستر پر ایک نہ ایک حسین لڑکی موجود رہتی اور جب خاقان اس سے سیر ہو جاتا تو پھر دوسری چالیس لڑکیوں میں سے جو پسند آ جاتی اس کو بلا لیتا۔ خاقان کی مسہری کبھی بھی لڑکی کے وجود سے محروم نہ رہتی۔

کبھی کبھی خاقان ان لڑکیوں سے کہتا جاتا۔ وہ کہتا: "یوں بیٹھے بیٹھے اور آرام کرتے کرتے کاہل اور بھدی ہو جاؤ گی۔ انہیں محنت بھی کرنا چاہئے۔"

اس کے بعد وہ صندل اور دوسری خوشبویات منگوا کے لڑکیوں کو حکم دیتا کہ اس کے جسم کی مالش کریں۔ لڑکیاں نہایت انہماک سے اور محنت سے خاقان کی مالش شروع کر دیتیں۔ یہاں توراکینہ بالکل نہ آتی اس کا خیمہ الگ تھا اور اس کا ساز و سامان کسی بھی طرح خاقان کے خیمے سے کم شاندار نہ تھا۔ یہاں توراکینہ ملکہ کی طرح کنیزوں کے جھرمٹ میں باقی زندگی بتاتی رہتی یا طرح طرح کے حکم صادر کرتی رہتی۔ اب اس کو ایک اور ہی فکر لاحق ہو گئی تھی۔ اب اس کا شوہر

پاکستانی رسائل و اخبارات

ابوظہبی ◎ دوحہ
دہران ◎ کویت
امریکہ ◎ لندن
جدہ ◎ سعودی عرب

اور تمام ممالک
دنیا کے کسی بھی حصہ میں پاکستانی اخبار و رسائل
کمیشن پر منگوانے کے لئے ہم سے رابطہ قائم کریں

پاکستان کا قابلِ اعتماد ادارہ
فاروق ایجنسی
امپورٹرز اینڈ ایکسپورٹرز
پریڈی اسٹریٹ صدر کراچی - ۳

UPLOAD BY SALIMSALKHAN

خاقان تھا اور خاقان چین کے عظیم الشان بادشاہوں اور شہنشاہوں سے بھی عظیم تھا۔ چین کے شہنشاہ عالی شان محلوں میں رہتے تھے مگر اس کا شوہر خاقان اب بھی خیموں ہی میں رہتا تھا۔ اس کی جاہ پسند طبیعت اب عظیم الشان محل کی خواہش کر رہی تھی لیکن خاقان اس پر آمادہ نہیں تھا کیونکہ وہ اپنی قبائلی طرزِ رہائش کو نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ مگر قندی تورگینہ لے بہت زیادہ تنگ کر رہی تھی۔

تورگینہ کو ایک بات بہت زیادہ پسند تھی وہ یہ کہ خاقان کی رعایا کی معزز خواتین اس کے دربار میں خود بخود حاضری دیتی رہیں۔ ان میں سیوراقتلی کی حاضری اسے بہت محظوظ کرتی۔ قزوق بھی اپنی ماں کے پاس موجود رہتا اور سیوراقتلی کا انتظار کرتا رہتا ہے۔ خاقان نے اس کو تنبیہ کیا تھا تو قزوق اپنی بچی سیوراقتلی کے پاس نہیں جاتا تھا بلکہ اس موقعے کی تاک میں رہتا تھا کہ بچی اس کی ماں کی خدمت میں حاضر ہو تو وہ اسے دیکھے اور باتیں کرے۔ اس نے کئی بار صغرا سے بات کرنے کا ارادہ کیا مگر اب صغرا بھی اس سے کترانے لگی تھی۔ بہرحال قزوق نے یہ بات تسلیم کر لی تھی کہ صغرا بڑی کارآمد اور بہترین مشیر ہے کیونکہ بچی سیوراقتلی کی جدائی نے قزوق میں موجود آتشِ شوق کو اور زیادہ بھڑکا دیا تھا اور اب اس کی بے چینی میں کئی گنا اضافہ ہو چکا تھا۔

قزوق نے اپنی ماں سے درخواست کی کہ اب وہ حکم دے کہ سرداروں کی بیٹیاں اور بیویاں ہر روز اس کی سلامی کو حاضر ہوا کریں، کیونکہ شاہوں اور حکمرانوں میں یہ طور طریق بے حد پسندیدہ اور جاہ و ثروت کی علامت سمجھے جاتے ہیں۔

تورگینہ نے جواب دیا: "ابھی خاقان کے پاس کوئی محل نہیں ہے اس لئے شان و شوکت کی نمائش بھی فضول ہے۔ اگر میں تیرے باپ اور تیری قوم کے خاقان کو قصر بنوانے پر آمادہ کر سکی تو وہاں میرا اپنا دربار بھی ہوگا اور اس دربار میں جانے سرداروں کی معزز بیٹیاں اور بیویاں حاضریاں دینے کی پابند قرار دے دی جائیں گی۔"

صغرا یہ باتیں سن رہی تھی، وہ تورگینہ سے اجازت لے کر جانے لگی کیونکہ وہ ان باتوں میں دلچسپی نہیں لیتی رہی تھی۔ اس کے خیال میں قزوق اس لائق نہیں تھا کہ اس پر اعتبار کیا جائے۔

لیکن قزوق نے اسے روک لیا بولا: "صغرا! کہاں چل دی۔ میں تو تجھ سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔"

صغرا نے جواب دیا: "خاقان زادے! میری باتیں تیری سمجھ میں نہیں آئیں گی۔ اس لئے میرا مشورہ دینا فضول ہے۔"

تورگینہ کو اپنے بیٹے سے بڑی محبت تھی اس نے صغرا کو سمجھایا کہ قزوق کو مشورہ ضرور دے کیونکہ اس کو تیرے مشورے اور دعا کی یکساں ضرورت ہے۔

صغرا مجبور ہو گئی۔ قزوق سے پوچھا: "خاقان زادے کو مجھ سے کس قسم کا مشورہ درکار ہے؟"

قزوق نے جواب دیا: "میرے خیمے ہی میں چل، وہیں مشورہ بھی کر لوں گا۔"

صغرا نے تورگینہ کی طرف دیکھا، تورگینہ نے کہا: "ہاں ہاں! بھی ضرورت کیا کہتی ہے، چلی جا۔" پھر اپنے بیٹے کو سمجھایا: "قزوق! صغرا تیرے باپ اور تیری قوم اور دنیا کے خاقان کی منظورِ نظر ہے، تو اس سے مشورے تو لے سکتا ہے مگر اس سے زیادہ کا اپنے دل میں خیال بھی نہ لانا۔"

قزوق نے جواب دیا: "ہاں! یہ بڑی چالاک اور عقل مند ہے میں اس کی عزت کرتا ہوں کیونکہ یہ میرے دل کا حال بتائے بغیر ہی جان لیتی ہے اس کو یہاں تک معلوم ہے کہ مردوں کو عورتوں کا شکار کس طرح کرنا چاہئے؟"

تورگینہ نے صغرا کو تیز و تند نظروں سے دیکھا، بولی: "یہ عجیب بات ہے۔ بھلا مرد عورتوں کا شکار کیوں کریں؟ مرد تو طاقت ور ہوتا ہے یہ عورت پر بہ جبر قبضہ کر سکتا ہے۔ ہاں عورتیں محبت اور ناز و انداز سے مردوں کا شکار ضرور کرتی ہیں۔"

لیکن شاید قزوق نے اپنی ماں کی باتیں نہیں سنیں۔

جب یہ صغرا کو اپنے ساتھ لے کر باہر نکلا تو کسی محافظ نے اس کو مطلع کیا کہ اس کی بچی سیوراقتلی نسطوریوں کے چوبی گرجے میں اس کا انتظار کر رہی ہے؟

قزوق نے صغرا کو معنی خیز نظروں سے دیکھا پھر اس نے کہا: "خاقان زادے! یہ ملاقات بڑی اہم ہے مجھ سے کسی اور وقت پر باتیں کر لینا۔ اس وقت تجھ کو سیوراقتلی سے ضرور ملنا چاہئے۔"

قزوق نسطوریوں کے گرجے کی طرف چلا گیا، یہ گرجا بچی سیوراقتلی کے خیمے سے پچاس ساٹھ گز کی دوری پر بنا ہوا تھا۔ قزوق دیوانہ وار گرجے میں داخل ہو گیا۔ یہاں حضرت مسیح کی خیالی تصویر دیوار پر لٹکی ہوئی تھی اور بچی سیوراقتلی ایک نسطوری راہب کے ساتھ حضرت مسیح پر نظریں جمائے کھڑی تھی۔ قزوق نے گلابی ریشمی لبادے میں سیوراقتلی کو دیکھا تو اس کی آتشِ شوق ایک دم سے بھڑک اٹھی۔ اس کے لباس سے خوشبو کی لپٹیں نکل رہی تھیں۔ اور بناؤ سنگھار نے سیوراقتلی کو بہت زیادہ حسین کر دیا تھا۔ قزوق کی نظریں سیوراقتلی کے چہرے پر ٹھہر کے رہ گئیں اور اس کے بعد پورے جسم کا جائزہ لینے لگیں۔

سیوراقتلی نے راہب سے کہا: "مقدس بزرگ! آپ خاقان زادے کا احترام نہیں کرتے ہے؟"

راہب نے جواب دیا: "محترم خاتون! یہ یہاں تشریف لے آئے میں اس کو اپنے لئے باعثِ عزت سمجھ رہا ہوں۔"

قزوق نے سیوراقتلی سے کہا: "مجھ کو جیسے ہی تیرا پیغام ملا کہ تو گرجے میں میرا انتظار کر رہی ہے میں جانے کو چلا آیا۔"

سیوراقتلی نے پژمردگی سے جواب دیا: "ہاں میں واقعی تیرا انتظار کر رہی تھی، حالانکہ میرا شوہر تولوئی بہت شاندار ہے اور میں اس سے عشق کی حد تک محبت کرتی ہوں۔ اس کی ذات میں وہ ساری خوبیاں موجود ہیں جنہیں میں پسند کرتی

[illegible]

قزوق نے حیرت سے پوچھا: "کیا میں اپنے چچا تولوئی سے بڑا ہوں؟"

سیوراقتلی نے جواب دیا: "صرف ایک خوبی میں تو تولوئی سے بڑا ہے۔"

قزوق نے پوچھا: "کون سی خوبی میں اس سے بڑا ہوں؟"

سیوراقتلی نے جواب دیا: "تولوئی بھی مجھ سے بے پناہ محبت کرتا ہے مگر وہ میرے حسن و شباب کی تعریف نہیں کر پاتا۔ جبکہ تو کر سکتا ہے۔ بس اس ایک خوبی میں تجھے تولوئی پر فوقیت حاصل ہے۔"

قزوق نے فرطِ خوشی سے سیوراقتلی کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے اپنے سینے پر رکھ کر زور سے دبایا بولا: "میرا باپ مجھے تنبیہ کرتا ہے کہ اگر میں نے تجھ سے جسمانی رابطہ قائم کر لیا تو مجھے یاسا کے حکم کے مطابق قتل کر دے گا میں نے اس کو یقین دلایا ہے کہ میں یاسا کے حکم کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ مگر میرے دل میں تیری چاہت کی جو آگ روشن ہے میں اس کے لئے سب کچھ کر سکتا ہوں، میں تیری خاطر ہلاک ہو جانا بھی گوارا کر لوں گا۔"

سیوراقتلی نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی، لیکن اس دوران مقدس راہب بول اٹھا: "خاقان زادے! یہ گرجا ہے، آپ صرف باتیں کر سکتے ہیں کیونکہ میں گواہ نہیں بننا چاہتا۔"

قزوق نے سیوراقتلی کا ہاتھ تو چھوڑ دیا مگر وہی ہاتھ راہب کے گال پر اس زور سے پڑا کہ وہ لڑکھڑا کر گر گیا۔

قزوق نے غصے میں کہا: "خاقان زادے کو کسی بات کا تو حکم کس طرح دے سکتا ہے۔ تو ہماری رعایا ہے اور یہاں تو ہمارے رحم و کرم پر رہ رہا ہے۔ میں جب چاہوں تیرے اس چوبی گھونسلے کو جلا کر خاک کر دوں۔"

راہب چوٹ زدہ گال پر ہاتھ رکھ کے آہستہ سے اٹھا۔ مگر اس سے پہلے ہی سیوراقتلی نے راہب کو سہارا دیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔ قزوق کو خشمگیں نظروں سے دیکھا: "قزوق! یہ مذہبی پیشوا ہے، یہ لوگ کسی کو دکھ نہیں دیتے تو نے اسے مار کر اچھا نہیں کیا۔ تو نے مجھے بڑا دکھ پہنچایا ہے۔"

قزوق نے کہا: "سیوراقتلی! تو نے بھی تو سنا۔ کیا اس کو مجھ سے اس قسم کی بات کرنا چاہئے تھی؟"

سیوراقتلی نے جواب دیا: "میں اس کی عزت کرتی ہوں اس لئے تجھے بھی اس کا احترام کرنا چاہئے۔"

قزوق نے حیرت سے پوچھا: "تو اس بے کار شخص کی عزت کرتی ہے اس شخص کی، جو کوئی کام دھندا نہیں کرتا، نہ سپاہی ہے نہ ہنر مند نہ کاریگر۔ یہ تجارت بھی نہیں کرتا۔ بس اس چوبی گھونسلے سے چمٹا رہتا ہے۔ مگر میں دن رات پتا معلوم نہیں کیا کرتا رہتا ہے۔ مجھے تو یہ بالکل کاہل اور نکما معلوم ہوتا ہے تو معلوم نہیں اس کی عزت کیوں کرتی ہے؟"

سیوراقتلی نے ایک بار پھر اصرار کیا: "میں اس کا احترام کرتی ہوں اور تو یہ بھی طرح جانتا ہے کہ میں احمق نہیں ہوں، میں اس خدا رسیدہ کی عزت اس لئے کرتی ہوں کہ یہ ہمیں نیکی کی اچھی اچھی باتیں بتاتا ہے۔ یہ شخص جو کام کرتا ہے وہ دوسرا نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں اس کی عزت کرتی ہوں۔"

قزوق نے ان بے کار باتوں سے الجھ کر جواب دیا: "اچھا اگر تو اس کی عزت کرتی ہے تو تیری خاطر میں بھی عزت کروں گا۔ مگر اس کو تو یہ سمجھا کہ یہ اپنے گرجے کے گھر سے نکل کر کچھ کام دھندا بھی کرے کاہل اور نکما آدمی اچھا نہیں لگتا۔"

سیوراقتلی نے راہب سے کہا: "محترم راہب! آپ ذرا باہر تشریف لے جائیں کیونکہ میں آپ کو گواہ نہیں بنانا چاہتی، میں قزوق سے کچھ خاص باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

راہب چپ چاپ باہر چلا گیا۔

سیوراقتلی نے کہا: "قزوق! میں تجھ سے جو بات کرنا چاہتی ہوں کیا تو مجھ سے یہ وعدہ کرے گا کہ وہ راز میں رہے گی اور اس میں تو کوئی دخل بھی نہ کرے گا؟"

قزوق نے جواب دیا: "سیوراقتلی! میں تیری ہر بات مان لوں گا مگر تو بھی میرا خیال رکھا کر، مجھے تڑپا نہ دیا کر۔"

سیوراقتلی نے خوشی سے کہا: "اچھا پہلے میری تعریف کر، میں اس کے لئے ترس گئی ہوں۔"

قزوق نے اپنی بچی کو شوخ و شریر نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کے بالوں کی لٹیں ہاتھ میں لے لیں، انہیں نتھنوں سے لگا کر زور سے سانس کھینچی اور آنکھیں بند کر کے بولا: "سیوراقتلی! تو صحرائے گوبی کی طرح عظیم ہے مگر گوبی کے ذرات کی چمک دمک میں وہ بات کہاں جو تیری محبت کی کسک اور چمک میں پائی جاتی ہے۔ صحرائے گوبی کے دامن میں کتنے ہی قافلے تہ و دہ ہیں اسی طرح سیوراقتلی تیری محبت کے صحرا میں معلوم نہیں کتنے دل آسودہ ہوں گے۔ یہ تو میں ہوں، قزوق، خاقان زادہ کہ میں اپنی محبت کو چھپا نہیں سکا اور اس کا برملا اظہار کر دیتا ہوں۔ سیوراقتلی! تیری آنکھوں کی چمک میں ستاروں جیسی شان پائی جاتی ہے۔ تیری باتوں میں تلوار کی کاٹ ہے اگر تو کسی کو جھڑک دے تو وہ بے موت مر جائے اگر پیار سے بول دے تو خوشی سے مر جائے۔ تیرے دل میں جھیل بیکال جیسی گہرائی ہے کسی کو کچھ پتہ نہیں کہ اس کی تہ میں کون ہے اور کون نہیں ہے۔ بس میں تو تولوئی ہے، میں ہوں اور جانے کون کون ہے اور یہ بھی پتہ نہیں کہ اس کی تہ میں کوئی ہے بھی یا نہیں۔۔۔ سیوراقتلی! میں جاودانی نیلے آسمان کا پرستار۔ اگر مجھے کسی بُت کی عبادت کرنا پڑی تو وہ تیرا بُت ہوگا، صرف تیرا۔ میری خواہش اور دعا ہے کہ جس طرح نیلا آسمان جاوداں ہے اسی طرح تو، تیرا حسن اور تیری جوانی بھی جاوداں ہو جائیں۔ اگر میں خاقان بن گیا تو میں اس پانی کو ضرور تلاش کروں گا جسے پینے کے بعد انسان کو موت نہیں آتی۔"

سیوراقتلی نے اس سے ذرا پیچھے ہٹتے ہوئے کہا: "قزوق! یہ تو تجھے پہلے ہی یہ بتا دیا ہے کہ میں تولوئی سے عشق کی حد تک محبت کرتی ہوں

ہو تو مجھے اس لیے پسند ہے کہ تو بہت حسن و شباب کا زبردست مرقع ہے۔ میں نہ تو صحرائے گوبی کی طرح عظیم ہوں اور نہ ہی میری آنکھوں میں ستارے ہیں جیسے دل میں جھیل بیکال جیسی گہرائی سمیٹ سکی ہوں اور نہ ہی میں کوئی ایسا پانی پیا جاتی ہوں جسے پی کر میں ہمیشہ زندہ رہوں۔

قرق نے اپنی مدح جاری رکھی: سیورا قتنی! میں نے دوسری حسین عورتوں کو تیرے مقابلے پر کھڑا کر کے دیکھا مگر وہ سب کم تر نکلیں حالانکہ ان میں سے کئی نے ابھی تک ایک بچہ بھی نہیں جنا تھا اور جبکہ تو تو چار بیٹوں کی ماں ہے۔

سیورا قتنی نے کہا: دیکھو، ابھی راہب آ جائے گا، اور میں تجھ سے وہ بات نہیں کر سکوں گی جو بہت ضروری ہے اور میں وہ بات اسی وقت کرنا چاہتی ہوں۔

قرق نے کہا: اچھا پہلے اپنی بات کر لے۔

سیورا قتنی نے کہا: تیری ماں اور خاقان مسلمانوں کو بڑی رعائتیں دے رہے ہیں حالانکہ اس وقت پوری دنیا میں مسلمانوں سے بڑا ہمارا کوئی دشمن نہیں۔ ہمارے زیادہ تر سپاہی انہی کے ہاتھوں ہلاک ہوتے ہیں اور ہمارے خانوں میں سے اکثر نے یہی بتا دیا ہے کہ جب تک اس دنیا میں مسلمان موجود ہیں ہم منگول چین سے حکومت نہیں کر سکتے اور خاقان کی زندگی خطرے میں رہے گی۔

قرق نے حیرت سے پوچھا: کیا ہمارے شامان (ساحر) یہ سب جانتے ہیں؟

سیورا قتنی نے جواب دیا: ہاں وہ سب ان خطرات سے آگاہ ہیں مگر ان میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ ان باتوں سے خاقان کو بھی آگاہ کر دیں کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ خاقان آدھا مسلمان ہو چکا ہے۔

قرق نے پوچھا: پھر مجھے کیا کرنا ہوگا؟ کیا میں اپنے باپ کو شامانوں کی پیش گوئی سے مطلع کر دوں؟

سیورا قتنی نے جواب دیا: نہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ نسطوری راہب، تو بھی جو تیرے ہاتھ سے نکل چکا ہے اور اس وقت باہر کھڑا اپنی واپسی کا منتظر ہے۔ اس نے مجھ سے وعدہ کر لیا ہے کہ وہ اس مصیبت سے کوئی نہ کوئی حل ضرور نکال دے گا۔

قرق نے گھبرا کر پوچھا: تو مجھے کیا کرنا ہوگا؟

سیورا قتنی نے جواب دیا: صرف یہ کہ ہمارے اس آدمی کی، جو خاقان کو مسلمانوں کی بیخ کنی کی وجہ بتانے کا ارادہ رکھتا ہے، تائید میں جرح کرتے رہنا۔ وہ خاقان کو یہ بتائے گا کہ خان اعظم نے خواب میں ایسے کیا کہا ہے؟ اور اس وقت خاقان کو کون سا اہم اور ضروری کام انجام دینا ہوگا۔

قرق نے کہا: اگر میں تیری مدد کروں اور خاقان کو اس پر آمادہ کر لیا کہ وہ مسلمانوں کی بیخ کنی کر دے تو مجھے اس کا صلہ کیا ملے گی؟

سیورا قتنی نے جواب دیا: تیری حسب منشا۔ تو جس چیز کا بھی مطالبہ کرے گا۔

قرق نے ہنس کر کہا: میری ماں کی مشیر اور میرے باپ کی پسندیدہ لڑکیوں میں سے صنوزا نے ایک دن مجھ سے کہا تھا کہ یہ عشق بھی عجیب چیز ہے۔ یہ اپنی ابتدا میں غیر محسوس اور نہایت معمولی جذبہ ہوتا ہے مگر آہستہ آہستہ اس میں خواہشات اور آرزوؤں کی شاخیں پھوٹنے لگتی ہیں اور پھر ان میں برگ و بار آنا شروع ہو جاتے ہیں، چنانچہ اس وقت میں صنوزا کی باتوں کی صداقت کا سب سے بڑا گواہ ہوں۔

سیورا قتنی نے حیرت سے پوچھا: کیا صنوزا جو مسلمان بھی ہے تیری بھی مشیر ہے؟

قرق نے جواب دیا: ہاں، کبھی کبھی وہ مجھے بھی اپنے مشوروں سے نوازتی ہے۔

سیورا قتنی نے فکر مندی سے کہا: پھر تو میں نے تجھ سے جو باتیں کی ہیں نہیں کرنا چاہیے تھیں۔

قرق پاگلوں کی طرح زور زور سے ہنسنے لگا: واہ، میں تو صنوزا کو ڈانٹ بھی دیتا ہوں۔ وہ مجھے ذرا بھی اچھی نہیں لگتی۔

سیورا قتنی نے پوچھا: صنوزا نے کیا کہا تھا جس کی تو تصدیق کر رہا تھا؟

قرق نے جواب دیا: جب میں نے صنوزا کو یہ یقین دلانا چاہا کہ میں سیورا قتنی کو بس اس حد تک چاہتا ہوں کہ اس کے حسن و شباب کی تعریفیں کرتا رہوں، بس اس کے سوا کچھ بھی نہیں، تو اس نے مجھ سے کہا تھا کہ غلط ہے تو سیورا قتنی کے حسن و شباب کی مدح و ستائش سے آگے بڑھ جائے گا اور تو آخر کار اس چیز کی طلب محسوس کرنے لگے گا جو تولوئی کی ہے اور جس کی خان اعظم کے قانون یاسا میں کوئی گنجائش نہیں۔

سیورا قتنی نے پوچھا: پھر اس وقت صنوزا کی یہ باتیں تجھے کیوں یاد آ گئیں؟

قرق نے بڑی سادگی سے جواب دیا: ابھی ابھی جب تو نے مجھ سے یہ وعدہ کیا کہ اگر میں نے مسلمانوں کی بیخ کنی کرانے میں تیرا اور اس بوڑھے نکمے اور بے کار شخص کا ساتھ دیا تو تو مجھے اس کے صلے میں میری مطلوبہ شے عطا کرے گی۔

سیورا قتنی نے اس کی بات کاٹ دی اور بے چینی سے پوچھا: پھر کیا تو مجھ سے وہ کون سی شے طلب کرے گا جس پر تجھے ہنسی بھی آ رہی ہے اور اصرار بھی ہے؟

قرق نے بڑی بے تکلفی اور جرأت سے سیورا قتنی کے دونوں رخساروں کو بوسہ دیا اور بولا: میں تجھ سے یہی شے طلب کروں گا جو چچا تولوئی کی جاگیر ہے اور یاسا میں جس کی سزا موت ہے لیکن میں اس کے لیے موت کو بھی گلے لگا

کر دوں گا کیونکہ اس موت میں بھی شاید لذت اور مزہ ہوگا۔

سیورا قتنی نے جواب دیا: لیکن قرق! جیسا کہ میں کئی بار کہہ چکی ہوں، میں تولوئی سے عشق کی حد تک محبت کرتی ہوں۔ خبردار! جو مجھ سے کوئی ایسی چیز طلب کی جس پر یاسا کی رو سے تولوئی کا حق ہے۔

قرق نے سیورا قتنی کا مذاق اڑایا: چچی سیورا قتنی! اب وہ چیز چرا لوں گا۔ کسی کو اس کا علم بھی نہ ہوگا، مجھے تو بس تیری رضا درکار ہوگی۔

بوڑھا راہب گرجے میں دروازے پر کھڑا اندر آنے کی اجازت طلب کر رہا تھا۔ سیورا قتنی نے اسے اندر بلا کر یقین دلایا: سیمون کے مقدس باپ، میں نے تیرے کام کی سفارش کر دی ہے۔ یہ اپنے باپ خاقان کو اس بات پر آمادہ کر دے گا کہ پوری دنیا سے مسلمانوں کی بیخ کنی کر دی جائے۔

راہب نے انہیں دعا دی اور کہا: اگر خاقان نے مسلمانوں کو پوری دنیا سے نیست و نابود کر دیا تو یہ انسانیت پر احسان عظیم ہوگا۔ خاقان زادے! آپ خاقان کو یہ یقین دلا دیجیے کہ اس وقت اگر پوری دنیا کو کسی سے خطرہ ہے تو وہ مسلمان ہی ہیں۔ یہ اپنے دشمنوں سے جنگ کرتے ہیں تو اس عقیدے سے کہ اگر دشمن کو شکست دے دی تو غازی کہلائیں گے اور مارے گئے تو شہید ہو جائیں گے۔ خدا نے خاقان اور اس کی قوم کو اسی لئے یہ طاقت دی ہے کہ وہ ان کے ذریعے مسلمانوں کو نیست و نابود کرا دے۔

جب یہ دونوں گرجے سے باہر نکلے تو سیورا قتنی کو تلاش کرتا ہوا اس کا شوہر تولوئی گرجے کے دروازے تک پہنچ چکا تھا۔ اس نے ان دونوں کو ایک ساتھ باہر نکلتے دیکھا تو دھک سے رہ گیا۔ بولا: سیورا قتنی! تو یہاں ہے اور میں تجھے تلاش کرتا پھر رہا ہوں۔

سیورا قتنی نے جواب دیا: میں یہاں اس لئے آئی تھی کہ نسطوری عیسائیوں کے بوڑھے راہب کو ایک ترک عقیدت مند نے ایک عجیب و غریب خواب سنایا ہے۔ خان اعظم نے خواب میں ایک عجیب سا حکم دیا ہے، یہاں اس کی اہمیت معلوم کرنے آئی تھی۔

تولوئی نے قرق سے کہا: خاقان زادے! میں تیرا احترام کرتا ہوں مگر یہ بھی نہیں چاہتا کہ تو میرا امتحان لے۔ اگر میں نے تیرا امتحان لے لیا تو اس وقت ہم دونوں کو یکساں شرمندہ ہونا پڑے گا۔

سیورا قتنی قرق کو تولوئی کے پاس چھوڑ کر چپ چاپ فرار ہو گئی۔ قرق ذرا بھی شرمندہ نہ تھا۔ وہ یہ فخر محسوس کر رہا تھا کہ دنیا کے عظیم فاتح چچا تولوئی کی حسین ترین بیوی سیورا قتنی نے اس کو پسند کر لیا تھا اور شاید چچا تولوئی اسی کی وجہ سے احساس کمتری میں مبتلا ہو گیا تھا۔

اسی وقت گرجے کے دروازے کے سامنے سے دو گھڑ سوار گھوڑے دوڑاتے گزرے۔ دونوں نے انہیں پہچان لیا۔ ان میں ایک تو قرق کا باپ اور پوری دنیا کا خاقان اوغدائی تھا اور دوسرا بڑا بھائی چغتائی تھا۔ یہ دونوں بڑی تیز رفتاری سے اپنے اپنے گھوڑے بھگا رہے تھے۔ تولوئی کچھ سوچ کر گرجے کے باہر کھڑے گھوڑے پر سوار ہو کر ان دونوں کے پیچھے چل پڑا۔ قرق بھی [illegible] یہ تماشا کس قسم کا ہے۔

تولوئی نے ان دونوں کو اپنے محل کے برابر سے گزرتے ہوئے اس میدان میں پکڑ لیا جو دریائے تولا کے مشرقی ساحل پر ختم ہو جاتا تھا۔ تولوئی نے چیخ کر پوچھا: بھائی چغتائی! آپ دونوں کس کا پیچھا کر رہے ہیں؟

چغتائی نے زور دار قہقہہ لگایا: خاقان کو اپنی گھڑ سواری پر ناز ہو گیا تھا اس لئے میں مقابلہ کر کے انہیں یہ بتا رہا ہوں کہ گھڑ سواری ایک الگ شے ہے اور خاقان ہونا ایک الگ بات۔

تولوئی نے چغتائی کی آواز میں نشے کی کیفیت محسوس کی۔ اس نے چیخ کر کہا: بھائی چغتائی! یہ آپ کیا کر رہے ہیں، یہ خاقان کی شان میں گستاخی ہے۔

لیکن چغتائی نے مقابلہ جاری رکھا اور جواب میں کہا: تولوئی! یہ مقابلہ ہے جس میں نہ کوئی خاقان ہے اور نہ کوئی اس کی رعایا۔ یہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی دوڑ ہے اور میں یہ ثابت کرنا ہے کہ گھڑ سواری میں ماہر کون ہے؟

تولوئی نے بڑے جوش و خروش سے اپنے گھوڑے کو چغتائی کے برابر لے جانے کی کوشش کی جو اوغدائی سے آگے نکل چکا تھا۔ تولوئی نے اوغدائی کے پاس سے گزرتے ہوئے محسوس کر لیا کہ اوغدائی بھی نشے میں چور ہے۔

تولوئی چغتائی کے ساتھ ساتھ اپنے گھوڑے کو بھگانے لگا۔ اس نے چغتائی کو ایک بار پھر سمجھانے کی کوشش کی: بھائی چغتائی! اس وقت آپ اور خاقان، دونوں ہی نشے میں ہیں ورنہ آپ کو یہ ضرور احساس ہوتا کہ خاقان سے گھڑ سواری میں مقابلہ کرنا اور اسے شکست دینا خاقان کی بے عزتی ہے۔ آپ ایک ناقابل تعزیر غلطی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

لیکن چغتائی پر تولوئی کی باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس نے خاقان کو گھڑ دوڑ میں شکست دے دی اور جب وہ خاقان سے یہ مقابلہ جیت چکا تھا تو اس کے پاس ہی تولوئی بھی کھڑا تھا اور اس مقابلے میں تولوئی کسی ارادے اور نیت کے بغیر ہی خاقان کو گھڑ دوڑ میں شکست دے چکا تھا۔

چغتائی اپنے گھوڑے سے نیچے اترا اور تولوئی کو اپنے سامنے سے ہٹاتے ہوئے خاقان کو مخاطب کیا: خاقان گھڑ سواری میں مجھ سے ہار گیا!

تولوئی نے چغتائی کو شانے سے پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا: بھائی چغتائی! جب تم ہوش میں آؤ گے تو تمہیں اندازہ ہوگا کہ تم نے نشے میں کتنی بڑی غلطی کی ہے اور خاقان تمہاری اس بے جا جرأت کی کتنی بھیانک سزا دے سکتا ہے۔

چغتائی نے تولوئی کو دھکا دے کر ہٹا دیا۔ بولا: تولوئی! تو میری راہ کیوں روک رہا ہے حالانکہ جو غلطی میں نے کی ہے اس کا تو خود مرتکب ہو چکا ہے۔ کیا تو نے خاقان کو پیچھے نہیں چھوڑ دیا؟

تولوئی گھبرا گیا، بولا: لیکن میں نے خاقان کا مقابلہ نہیں کیا، تمہیں اس مقابلے سے باز رکھنے کے لئے میں خاقان سے آگے نکل جانے کا مرتکب ہوا ہوں۔

اوغدائی نے نشے میں کہا: تولوئی! خواہ مخواہ بحث میں نہ پڑ۔ میں

یہ مقابلہ ہار گیا۔

اس گھڑ دوڑ کو دوسرے سرداروں نے بھی شک و شبہ کی نظروں سے دیکھا اور وہ بھی اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ان تینوں کے پاس پہنچ گئے تھے۔ ان میں خاقان کا چچا اور جوچی کا بیٹا باتو خان بھی شامل تھے۔ ان لوگوں نے بھی خاقان اور چغتائی کو اپنے درمیان میں لے لیا اور صورتِ حال سے واقف ہو جانے کے بعد چغتائی کی مذمت کی۔ "چغتائی! تُو تو یاسا کا محافظ ہے اور تُو ہی خاقان کی بے حرمتی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ آخر یہ کیا بات ہے؟"

خاقان نے انہیں سمجھایا۔ "یہ مقابلہ میری خواہش اور مرضی سے ہوا تھا۔ اس لئے چغتائی کو اس کا مرتکب قرار دینا مناسب نہیں ہے۔"

اس کے چچا نے سمجھایا۔ "اوغدائی! میں تیرا چچا ہوں مگر میں بھی تجھ کو اپنا خاقان تسلیم کرتا ہوں تو ہم سب کا آقا ہے اور ہم سب تیرے غلام اور تیرے چاکر ہیں۔ وہ میں ہوں یا چغتائی ہم سب پر تیرا احترام واجب ہے۔"

باتو خان نے کہا۔ "چغتائی کو خاقان کا احترام کرنا چاہئے تھا۔"

چغتائی کا نشہ ہرن ہونے لگا تھا اسے اپنی غلطی کا احساس ہو چلا تھا لیکن اوغدائی ان سب سے اختلاف کر رہا تھا۔ وہ بار بار یہی کہہ رہا تھا کہ چغتائی بڑا بھائی ہے یہ ساری فضول باتیں ہیں۔ میں نے اس سے خود ہی مقابلہ کیا تھا اس لئے چغتائی کو خطاکار قرار دینا بڑی زیادتی ہے۔

تولوئی نے اصرار کیا۔ "اوغدائی بھائی بعد میں خاقان پہلے ہے اور جہاں بھائی چغتائی نے خاقان کو گھڑ سواری میں شکست دے کر بڑی زیادتی اور بہت بڑی غلطی کی ہے وہیں اب مجھے یہ احساس ستا رہا ہے کہ اس زیادتی اور اس غلطی کا نادانستگی میں میں خود بھی مرتکب ہو گیا ہوں اور جو سزا بھائی چغتائی کے لئے تجویز کی جائے گی اس کا میں بھی مستحق ہوں وہی سزا مجھے بھی ملنا چاہئے۔"

آخر جب یہ باتیں بہت زیادہ طول پکڑنے لگیں تو خاقان نے ان سب کو خاموش ہو جانے کا حکم دیا۔

یہ سب اپنے اپنے خیموں کی طرف واپس ہو گئے۔ انہوں نے راستے میں اپنے داہنی جانب صحرائے گوبی کی طرف ایک بہت بڑے بگولے کو آسمان کی طرف اٹھتے دیکھا گرد و غبار کا ستون لہراتا ہوا اوپر چڑھ رہا تھا سب لوگ دہشت زدہ ہو گئے۔ تولوئی نے تشویش ظاہر کی۔ "خاقان کی بے حرمتی سے خانِ اعظم کی روح ناراض ہو گئی ہے۔"

چغتائی بھی سہما ہوا تھا۔ "میں خاقان سے اپنی غلطی کی معافی مانگ لوں گا۔"

باتو خان بولا۔ "خاقان کی عزت و حرمت کی نگہبان خانِ اعظم کی روح ہے۔"

چچا نے کہا۔ "میں نے خانِ اعظم کی روح کو یاک کے ذروں والے پرچم سے نکل کر سائے کی طرح خاقان کے خیمے کے چاروں طرف منڈلاتے دیکھا ہے۔"

چغتائی اور تولوئی کچھ کہے بغیر اپنے اپنے خیموں کی طرف چلے گئے۔ خاقان اپنے چچا اور باتو خان کے ساتھ اپنے خیمے میں داخل ہوا اس کی طبیعت مضمحل اور اس وقت وہ سوچ رہا تھا کیا خانِ اعظم کی روح سچ مچ اس کی حفاظت کر رہی ہے اور وہ سائے کی طرح اس کے خیمے کے چاروں طرف موجود منڈلاتی رہتی ہے؟

خیمے میں داخل ہوتے ہی اس نے چچا اور باتو خان کو بیٹھنے نہیں دیا اور انہیں واپس کر دیا۔ خاقان کو ان کلفت آمیز لمحوں میں ہمیشہ معشوق کی ضرورت محسوس ہوتی تھی وہ ان میں دیوانہ وار مشغول ہو کر الجھن سے پیچھا چھڑا لیتا تھا اس کی اٹھائیس نازنینوں اور سہیلیوں میں صفورا بھی موجود تھی۔ جرأت مند صفورا نے خاقان کو بتایا کہ اگر وہ اسلام قبول کر لے تو اس قسم کی الجھنوں اور پریشانیوں کو اپنے رب کی عبادت کر کے دور بھگا سکتا ہے۔

اوغدائی نے پوچھا۔ "کس رب کی؟ وہ کہاں ہے؟"

صفورا نے جواب دیا۔ "وہ ہر جگہ موجود ہے۔ یہاں ہم سب کے پاس بھی موجود ہے۔"

خاقان نے ہنس کر کہا۔ "میرے پاس عیسائی بھی ہیں۔ بدھ مت والے بھی اور تاؤ مت کے لوگ بھی اور انہی میں مسلمان بھی شامل ہیں۔ یہ سب مختلف طریقوں سے میرے سامنے اپنا دین پیش کرتے ہیں۔ میں سوچتا ہوں کس کو اختیار کروں کیونکہ میں زندگی بھر یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ کون سا دین سچا ہے اور کون سا باطل؟"

صفورا کی ساری تبلیغ بے کار ہو گئی۔ خاقان اپنے مشغلے میں لگ گیا اور صفورا اس امید میں ہوشیار اور چوکس بیٹھ کر اپنی باری کا انتظار کرنے لگی کہ معلوم نہیں خاقان کس وقت اس کی ضرورت محسوس کر لے۔

❀

دوسرے دن، طلوعِ آفتاب سے پہلے ہی تراوق اپنے باپ خاقان سے ملا۔ اس کے ساتھ ایک ترک تھا، جو بڑی مدت سے قراقرم ہی میں رہ رہا تھا، یہ مذہباً عیسائی تھا۔ تراوق اور ترک خیمے میں داخل ہوتے ہی خاقان کے تخت کے آگے سر بسجود ہو گئے۔ یہ ترک قراقرم میں بہت معروف تھا اور خاقان اس کو اس وقت سے جانتا تھا جب وہ شہزادہ اوغدائی تھا، خاقان نہیں بنا تھا۔ یہ ترک ایک گوشہ نشین راہب بھی تھا اور اس نے اپنی نوجوانی ہی میں دنیا اور علائقِ دنیا سے منہ موڑ لیا تھا۔

خاقان نے پوچھا۔ "تراوق! یہ یہاں کیوں آیا ہے؟"

تراوق نے عاجزی سے عرض کیا۔ "اس درویش کی رات پچھلے پہر خانِ اعظم کی روح سے ملاقات ہوئی ہے۔ خانِ اعظم کی روح یاک کے ذروں والے پرچم سے نکل کر مجسّم ہو کر اس کے سامنے کھڑی ہو گئی اور خاقان کے لئے ایک ضروری پیغام دے کر واپس چلی گئی۔"

خاقان نے پوچھا۔ "کون سا پیغام؟"

ترک عیسائی درویش نے جواب دیا۔ "خاقان! میں نے خواب میں دیکھا کہ خانِ اعظم کی روح مجھ سے مخاطب ہے اور کہہ رہی ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کو سن کر سیدھا اور دنیا کے خاقان تک پہنچا دے۔ چنانچہ میں خان

کی ہدایت کے مطابق من و عن بیان کئے دیتا ہوں۔"

تراوق نے لقمہ دیا۔ "بے وقوف خانِ اعظم نے جو کچھ کہا ہے اس کو جلد از جلد بیان کر کے ایک بہت بڑی ذمہ داری سے پیچھا چھڑا لے۔"

ترک درویش نے ایک بار پھر خاقان کے سامنے سجدہ کیا اور سر جھکا کے عرض کیا۔ "خاقان! میں نے خواب میں دیکھا کہ خانِ اعظم میرے سامنے کھڑا مجھے حکم دے رہا ہے کہ خاقان کے پاس جا اور اس سے کہہ دے کہ تیری قوم کو تباہ اور برباد کرنے والی ایک قوم اس دنیا میں موجود ہے۔ یہ مسلمان ہیں اور یہ لوگ دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ بہترین جنگجو ہیں اور اگر انہیں ہلاک نہ کیا گیا تو ایک دن یہ تیرے لئے وبال ثابت ہوں گے۔"

خاقان پریشان ہو گیا۔ اس نے حکم دیا۔ "وزیر محمد یلواچ کو بلایا جائے۔"

وزیر محمد یلواچ خاقان کی خدمت میں ادب سے کھڑا ہو گیا۔ خاقان کا خیال تھا کہ عیسائی ترک درویش محمد یلواچ کی موجودگی میں اپنا خواب نہیں بیان کرے گا اس نے حکم دیا۔ "ترک درویش اپنا خواب دوبارہ بیان کرے۔"

درویش نے تیزی سے اپنا خواب بیان کرنا شروع کر دیا۔ "خاقان! خانِ اعظم نے مجھ سے کہا کہ میرے بیٹے سے یہ کہہ دے کہ مسلمانوں کی قوت میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے اور یہ لوگ ایک نہ ایک دن تیری قوم اور تیری حکومت کو برباد کر دیں گے اس لئے تو اس قوم کو بالکل نیست و نابود کر دے۔ اپنے نائبوں اور فوجی سرداروں کو حکم دے دے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں کے مسلمانوں کو بے دریغ اور فی الفور قتل کر دیں۔"

خاقان نے محمد یلواچ کی طرف دیکھا۔ جو بہت پریشان تھا۔ خاقان نے تشویش سے کہا۔ "خانِ اعظم نے بہت مشکل فرمان دیا ہے کیا میں اس پر عمل کر سکوں گا؟"

درویش نے جواب دیا۔ "لیکن خاقان! اگر خانِ اعظم کے اس حکم کی تعمیل نہ ہوئی تو خانِ اعظم کی تنبیہ کے مطابق ہماری ہر چیز خطرے میں رہے گی۔"

خاقان نے محمد یلواچ سے پوچھا۔ "محمد یلواچ! تُو کیا کہتا ہے؟"

وزیر نے جواب دیا۔ "مجھ کو تو یہ درویش جھوٹا اور مکار معلوم ہوتا ہے۔"

خاقان نے اپنے وزیر کو ڈانٹا۔ "محمد یلواچ! کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ خانِ اعظم کی روح جھوٹ بولے گی؟ کیا فاتحِ عالم کی روح اتنا بڑا جھوٹ بول سکتی ہے؟"

محمد یلواچ کانپا اور پورے عالمِ اسلام کا مستقبل تاریک دکھائی دیتا تھا۔ اس نے گھبرا کر جواب دیا۔ "نہیں خاقانِ محترم! خانِ اعظم کی روح جھوٹ نہیں بول سکتی۔"

خاقان نے اپنے خیمے کے باہر ہلکا سا شور و غل محسوس کیا۔ ایسا لگتا تھا بہت سارے لوگ باہر موجود ہیں اور کسی بات کی ضد کر رہے ہیں۔ خاقان نے اپنے دربانوں کو حکم دیا کہ باہر جو لوگ شور و غل کے مرتکب ہو رہے ہیں انہیں گرفتار کر کے قید کر دیا جائے۔

دربان باہر گئے اور منہ لٹکا کر واپس آ گئے عرض کیا۔ "باہر خاقان کے بھائی چغتائی اور تولوئی اپنے بیوی بچوں کے ساتھ کھڑے دربار میں حاضری کے طالب ہیں۔"

خاقان نے اپنے ایک دربان کو حکم دیا۔ "محمد یلواچ اور درویش کو کہیں جانے نہ دیا جائے۔ میں چغتائی اور تولوئی کو نہایت عزت و احترام سے اندر لانا چاہتا ہوں۔"

محمد یلواچ نے عرض کیا۔ "حضور والا! میں ایک تھکا ہارا انسان ہوں میرے لئے کسی پہرے وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ بس یہی کہہ دینا کافی ہے کہ میں ایک تھکا ہارا انسان ہوں۔ میں بھاگ کر کہاں جاؤں گا۔"

خاقان تخت سے اترا اور چغتائی اور تولوئی کو لینے کے لئے خیمے سے باہر نکل گیا اس نے باہر ایک عجیب سماں دیکھا وہاں چغتائی، اس کی بیویاں، شہزادے اور اس کے سپاہی مجرموں کی طرح سر جھکائے کھڑے ہیں۔ اور چغتائی کے بائیں جانب خاقان کا دوسرا بھائی تولوئی بھی اپنی بیوی بچوں اور ذاتی چاکروں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا، چغتائی اور تولوئی نے اپنی اپنی اونی ٹوپیاں اتار کر اپنی پیٹیاں کاندھے پر ڈال رکھی تھیں۔

خاقان نے حیرت سے پوچھا۔ "یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟"

چغتائی نے کہا۔ "خاقان! ہم نے دو غلطیاں کی ہیں اس لئے یہ دو سزائیں بھگتنے کے لئے حاضر ہو گیا ہوں۔"

خاقان نے جواب دیا۔ "چغتائی تُو میرا بھائی ہے تُو نے کوئی غلطی نہیں کی، آ میرے ساتھ اندر چل، جہاں ایک عجیب و غریب مقدمہ درپیش ہے اور مجھے اس میں تیری مدد درکار ہے۔"

چغتائی نے عرض کیا۔ "میں نے خاقان، دنیا بھر کے خاقانوں کو مقابلے کی دعوت دی۔ یہ میرا پہلا جرم ہے اور پھر اس مقابلے میں خاقان کو شکست دی۔ یہ میرا دوسرا جرم ہے، چونکہ میں یاسا کا محافظ ہوں اس لئے جانتا ہوں کہ ان دونوں جرموں کی کیا سزا ہے۔ خاقان چاہے تو مجھے لاٹھیوں سے پٹوائے اور یہ نہ چاہے تو قتل کرا دے۔"

خاقان نے تولوئی سے پوچھا۔ "اور تُو! تُو نے کیا جرم کیا؟ تُو کیوں آیا ہے؟"

تولوئی نے جواب دیا۔ "میں بھائی چغتائی کو اس گستاخانہ مقابلے سے باز رکھنے کے بجائے اتنا آگے نکل گیا تھا کہ خاقان پیچھے رہ گیا۔ کم از کم ایک سزا تو مجھے بھی ملنا چاہئے۔"

خاقان نے ہنس کر دونوں کو سمجھانے کی کوشش کی۔ "تم دونوں میرے بھائی ہو۔ تم دونوں نے کوئی جرم کیا ہی نہیں تو میں سزا کس بات کی دوں؟"

مگر چغتائی اور تولوئی اپنی بات پر اڑے رہے اور یہی مطالبہ کرتے رہے کہ انہیں ان کے جرموں کی سزا ضرور ملنا چاہئے۔

خاقان نے شاندار [illegible] سیر [illegible] کو بھی اس جرم میں قید ولوں کے برابر سر جھکائے کھڑا دیکھا۔ اور اس کے دونوں طرف اس کے چاروں بیٹے تھے۔

سلغر خاں، ہلاکو خان، قبلائی خان اور اوکتائی ہوگا۔ خاقان نے اس کو بڑی عزت سے کہا: "سیورا قلی! تو، تو بے حد سمجھدار اور خیر اندیش جیسی عقل رکھتی ہے تو ان دونوں کو سمجھاتی کیوں نہیں کہ انہوں نے کوئی جرم کیا ہی نہیں پھر سزا کا مطالبہ کیوں کر رہے ہیں؟"

سیورا قلی نے ادب سے جواب دیا: "یہ خاقان کی اعلیٰ ظرفی ہے کہ ان دونوں خطاکاروں کو مجرم نہیں سمجھا ورنہ واقعہ تو یہ ہے کہ ان دونوں نے ایسے جرم کئے ہیں جس سے خاقان کی تحقیر ہوئی اور ان دونوں کے دلوں میں خاقان سے زیادہ اپنی عزت بڑھ گئی۔ انہوں نے خود کو خاقان سے بلند مرتبت اور ذی رتبہ سمجھ کر خاقان کی بے عزتی کی ہے۔"

خاقان نے زیر لب کہا: "لیکن یہ دونوں میرے بھائی ہیں!"

سیورا قلی نے جواب دیا: "لیکن کیا بھائیوں سے غلطیاں نہیں ہوتیں؟"

خاقان نے کہا: "اگر غلطیاں ہوتی بھی ہیں تو کیا بھائیوں کو سزا دی جا سکتی ہے؟"

سیورا قلی نے جواب دیا: "خان اعظم کے قانون یاسا میں کسی کو بھی رعایت نہیں دی گئی ہے جو جرم کرے گا وہ سزا بھی بھگتے گا۔"

اب تولی بھی گھبرا چکا تھا اس نے اس ہجوم میں سیورا قلی کو دیکھا تو بے چینی سے چل کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ "کیا بات ہے سیورا قلی؟ یہ ہجوم کیسا ہے؟"

لیکن جب اس کو اصل واقعہ معلوم ہوا تو اس نے ان سب کی جان بخشی کی سفارش کی۔

خاقان نے کہا: "اچھا اگر تم دونوں مجھ سے یہی منوانا چاہتے ہو کہ میں تمہیں مجرم و خطاکار تسلیم کر لوں تو چلو میں نے مان لیا۔ اب مجھے اتنا اختیار تو حاصل ہی ہے کہ تم دونوں کو معاف کر دوں؟"

چغتائی نے جواب دیا: "مگر جرمانے کے ساتھ۔"

تولی نے عرض کیا: "جو کچھ تو ہمیں بھگتنا ہی پڑے گا۔"

خاقان نے فی الفور اپنا فیصلہ سنا دیا: "تم دونوں اپنی غلطیوں کے تاوان میں چند گھوڑے خاقان کی نذر کرو اور وعدہ کرو کہ آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔"

چغتائی نے کہا: "اور یہ بھی کہ حساب کتاب لکھنے والے لوگ خاقان کے فیصلے کو لکھ کر پورے اردوئے معلیٰ کو گشت لگائیں گے اور یہ اعلان کریں گے کہ چغتائی اور تولی نے جو غلطیاں کی تھیں خاقان نے ہنسی خوشی انہیں معاف کر دیا اور دونوں مجرم یہ وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ ایسی غلطیاں نہیں کریں گے۔"

خاقان نے اس کی یہ تجویز مان لی۔ حساب کتاب لکھنے والوں نے خاقان کا فرمان لکھا اور پورے اردوئے معلیٰ کے چاروں طرف گھوم پھر کر اس کو پڑھ پڑھ کر سنا دیا گیا۔ دوسری طرف چغتائی نے اپنا سب سے اچھا گھوڑا اور تولی نے اپنا ایک گھوڑا لا کر خاقان کی نذر کیا اور خاقان کے در پر تین تین بار سجدہ کیا وہ دونوں خاقان کے شکر گزار رہے کہ انہیں معاف کر دیا گیا تھا۔ خاقان دو متضاد کیفیتوں کا شکار رہا تھا۔ دل برداشتگی اس بات کی کہ ترک مسیحی درویش نے خان اعظم کے حوالے سے ایک ایسا خواب بیان کر دیا تھا کہ اس پر عمل درآمد سے اسے مرضی اور خواہش کے خلاف خونریزی کرنا پڑ رہی تھی اور خوشی اس بات کی کہ چغتائی اور تولی بحیثیت خاقان اس کی توقع سے کہیں زیادہ عزت و احترام دے رہے تھے۔ اس نے درویش کے خواب کا فیصلہ دوسرے دن پر رکھ دیا اور محمد یلواچ کو ہدایت کر دی کہ وہ کل اس کے پاس موجود رہے۔ درویش کے لئے حکم دیا کہ اس کو نہایت احترام سے ایک خالی خیمے میں رکھا جائے جہاں اسے ہر قسم کا آرام میسر رہے۔

درویش کے جاتے ہی قوریق بھی باہر نکلا اور وہاں سیورا قلی کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ سیورا قلی نے درویش کو جاتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ قوریق نے نظروں ہی نظروں میں سیورا قلی کو سمجھانے کی کوشش کی کہ اس کی خواہش کے مطابق درویش کو پیش کر دیا گیا ہے۔

خاقان نے چغتائی، تولی ان دونوں کی بیویوں اور بچوں، شاملوں اور چاکروں کو اپنے خیمے کے در پر سربسجود دیکھا تو شاملوں اور چاکروں کو سربسجود چھوڑ کر دونوں بھائیوں، ان کی بیویوں اور ان کی اولاد کو اپنے خیمے میں لے گیا وہاں اپنے دونوں بھائیوں کو سمجھانے کی کوشش کی: "میں ابھی تک یہ نہیں سمجھ سکا کہ تم دونوں میرے بھائی ہونے کے باوجود میری اتنی عزت کیوں کرتے ہو۔ دوسرے جب یہ دیکھیں گے تو اپنے دل میں کیا خیال کریں گے؟"

چغتائی نے جواب دیا: "عزت اور احترام کا سلسلہ گھر سے چلتا ہے اگر ہم ہی خاقان کی عزت نہیں کریں گے تو پھر دوسرے کیا کریں گے۔"

تولی نے کہا: "آپ بے شک ہمارے بھائی ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی خاقان بھی۔ اس طرح ہم پر دو قسم کے احترام واجب ہو گئے۔ ایک احترام بڑے بھائی کا، دوسرا احترام خاقان ہونے کا۔ چنانچہ میں کچھ زیادہ ہی احترام کرنے کا پابند ہوں۔"

خاقان نے سیورا قلی سے پوچھا: "اور سیورا قلی تو! میں تیری بڑی عزت کرتا ہوں۔"

سیورا قلی نے جواب دیا: "خاقان کی عزت افزائی کا شکریہ۔ ورنہ میں اس لائق نہیں ہوں کہ خاقان کی محبت اور احترام کی سزاوار ٹھہروں۔"

قوریق اپنے باپ کی پشت پر کھڑا سیورا قلی کو دیکھ رہا تھا۔ تولی بھی اس حرکت سے واقف تھا۔ آواز بلند قوریق سے پوچھا: "کیا آج کل تیری مدح سرائی کا سلسلہ موقوف ہو گیا؟ تو نے کافی دنوں سے سیورا قلی کی تعریف نہیں کی۔"

قوریق نے جواب دیا: "میں اس وقت اس کی مدح سرائی کرتا ہوں جب اس کے حسن و شباب کا میرے دل پر اثر ہو جاتا ہے۔"

خاقان نے اپنے بھائیوں، ان کی بیویوں اور ان کی اولاد کی خاطر تواضع کا حکم دیا، ان سب کے سامنے نوشیدنیوں کا اچھا بھنا ہوا گوشت، گھوڑی

کا دودھ اور شراب کے مشکے رکھ دیئے گئے۔

خاقان کے خیمے میں ناؤ نوش کا سلسلہ جاری تھا اور باہر اردوئے معلیٰ کے چاروں طرف خاقان کے آدمی یہ اعلان کرتے پھر رہے تھے کہ خاقان نے اپنے دونوں بھائیوں چغتائی اور تولی کی غلطیوں کو معاف کر دیا ہے اور اب خطاکار بھائی خاقان کے در پر سجدے میں پڑے ہوئے ہیں اور خاقان کی شکر گزاری کا عملی مظاہرہ کر رہے ہیں۔

☆

خاقان کے حکم پر ترک مسیحی درویش کو اس کے سامنے دوبارہ پیش کر دیا گیا۔ محمد یلواچ پہلے ہی حاضر ہو چکا تھا اور اس روز خاقان کے دربار میں چغتائی، تولی اور سیورا قلی بھی موجود تھے۔ انہیں اس عجیب و غریب واقعے میں بڑی دلچسپی محسوس ہوئی اور یہ تینوں یہ جاننا چاہتے تھے کہ دیکھیں خاقان کیا فیصلہ صادر کرتا ہے؟

درویش خاموش بیٹھا تھا لیکن اس کے چہرے سے مسرت و انبساط ظاہر تھی لیکن وزیر محمد یلواچ بہت اداس تھا۔ اس نے خاقان سے سرگوشی میں عرض کیا: "محترم خان! مجھے یقین ہے کہ یہ مسلمانوں کے خلاف زبردست سازش ہے آپ کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے اس پہلو کو نہ بھلا دیجئے گا۔"

خاقان نے ترش لہجے میں کہا: "یلواچ! تو اپنی زبان بند رکھ۔ اگر خواب کی صداقت ثابت ہو گئی تو افسوس کہ میں دنیا بھر کے مسلمانوں کا وجود مٹا دوں گا۔ کیونکہ خان اعظم کا حکم میرے لئے نیلے جاودانی آسمان کے حکم سے بڑھ کر ہے میں اس حکم کو کس طرح ٹال سکتا ہوں۔"

محمد یلواچ بالکل مایوس ہو گیا۔ اس وقت ایک طرف سے خاقان کی بیوی تورا کینہ نمودار ہوئی اور خاقان کے برابر جا بیٹھی۔ اس کی تیوریاں چڑھی ہوئی تھیں اس نے چغتائی، تولی اور سیورا قلی کو قہر آلود نظروں سے دیکھا اور خاقان کو سرزنش کی: "خاقان! ادھر میری طرف دیکھ۔ کیا تجھے یقین ہے کہ یہ لائے کا مجہول درویش — جو کچھ کہہ رہا ہے درست ہے؟ یہ ان مسلمانوں کے خلاف زبردست سازش ہے جنہوں نے تجھے خاقان بنا دیا۔" اس کے بعد اس نے بطور خاص سیورا قلی کی طرف اشارہ کیا: "میں خوب جانتی ہوں کہ نسطوری پادریوں کے گرجے میں آنے جانے والی سیورا قلی اس سازش کی ذمہ دار ہو گی۔"

سیورا قلی سازش میں خود کے ملوث ہونے کے الزام سے بوکھلا کر کھڑی ہو گئی بولی: "تورا کینہ! اس سلسلے میں میرا نام نہ لو۔ ورنہ میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔"

خاقان نے سیورا قلی سے کہا: "سیورا قلی! یہ میرا دربار ہے یہاں نہ تو کوئی شخص میرے حکم کے بغیر داخل ہو سکتا ہے اور نہ ہی کوئی شخص اپنی مرضی سے یہاں سے جا سکتا ہے۔ تو اس خیمے میں میری مرضی اور میرے حکم سے آئی ہے اس لئے جب تک تیرا دل چاہے یہاں رہ، میری مرضی کے خلاف تجھے کوئی بھی نہیں نکال سکتا۔"

تورا کینہ نے سختی سے کہا: "میں اس دربار میں اس لئے حاضر ہوئی ہوں کہ دیکھوں وہ کون ہے جو خاقان سے مسلمانوں کے قتل عام کا فرمان حاصل کرتا ہے۔"

خاقان نے کہا: "تورا کینہ! تو اپنی زبان بند رکھ۔ خان اعظم کے حکم کو ٹالا نہیں جا سکتا۔"

تورا کینہ نے کہا: "اگر خان اعظم کو کوئی حکم دینا ہی تھا تو اس نے وہ حکم تجھے کیوں نہیں دیا۔ تو، تو اس کا جانشین ہے۔"

خاقان نے جواب دیا: "خان اعظم کی مرضی، وہ جسے چاہے حکم دے۔"

چغتائی نے عرض کیا: "خاقان کو خان اعظم کے حکم پر سنجیدگی سے غور اور سختی سے عمل پیرا ہونا چاہئے۔"

تولی نے کہا: "لیکن اس وقت جب یہ یقین ہو جائے کہ خان اعظم نے واقعی یہ حکم دیا ہے۔"

خاقان سب کی سن رہا تھا اور اس کا دماغ معلوم نہیں کیا سوچ رہا تھا خاقان نے سوچتے سوچتے اپنا سر اوپر اٹھایا۔ اور درویش سے پوچھا: "درویش تو نسلاً کیا ہے؟"

درویش نے جواب دیا: "ترک۔ مجھے اپنے مسیحی ہونے پر ناز ہے۔"

خاقان نے پوچھا: "تو مجھ سے کس زبان میں ہم کلام ہے؟"

درویش نے جواب دیا: "ترکی میں۔"

خاقان نے کہا: "اگر میں تجھ سے یہ کہوں کہ میں ترکی زبان نہیں جانتا تو تو کس زبان میں مجھ سے باتیں کرے گا؟"

درویش نے عاجزی سے جواب دیا: "افسوس کہ میں ترکی کے علاوہ کوئی زبان بھی نہیں جانتا ورنہ میں یقیناً منگول زبان بول کر خاقان کو خوش کر دیتا۔"

خاقان نے سب کے سامنے دوسرا سوال کیا: "خان اعظم نے تجھے کس زبان میں حکم دیا تھا؟"

درویش نے جواب دیا: "ترکی زبان میں۔"

خاقان نے فوراً کہا: "درویش جھوٹا ہے، مکار، عیار، فریبی ہے۔ اس کا جھوٹ پکڑا گیا ہے۔"

درویش گھبرا گیا اور سارے درباری حیرت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔

قوریق نے آہستہ سے پوچھا: "خاقان نے درویش کے جھوٹ کو کس طرح پکڑ لیا؟"

خاقان نے جواب دیا: "یہاں میرے علاوہ کوئی ایسا آدمی موجود ہی نہیں جس کو میری طرح یہ بات معلوم ہے کہ خان اعظم کو منگولی زبان کے علاوہ کوئی دوسری زبان آتی ہی نہ تھی۔ پھر خان اعظم نے اس مکار درویش کو ترکی زبان میں اتنا خطرناک حکم کس طرح دے دیا؟"

درباری خیمے میں سناٹا طاری ہو گیا۔ درویش کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ قوریق خوف زدہ ہو کر سیورا قلی کی طرف دیکھنے لگا۔ سیورا قلی نے اپنا سر جھکا

دیا۔ توراکینہ بہت خوش تھی۔ محمد یوسف کے چہرے پر خوشی سے چمک سی
پیدا ہو گئی تھی۔

توراکینہ نے کہا: "خاقان انصاف کرنا چاہتا ہے اس لئے
خانِ اعظم کی سولدوز (ترجمان) نے خاقان کی مدد کی۔"

درویش اپنی بات پر اڑا رہا: "لیکن مجھ کو یہ حکم ترکی زبان ہی
میں دیا گیا تھا۔"

چغتائی نے غصے میں کہا: "بس اب اور جھوٹ نہ بول۔ میں خانِ اعظم
کا سب سے بڑا بیٹا ہوں۔ اس بات کی گواہی دے رہا ہوں کہ خانِ اعظم کو منگولی
زبان کے علاوہ کوئی دوسری زبان نہیں آتی تھی۔"

تولوئی نے کہا: "اور میں اس کا سب سے چھوٹا بیٹا ہوں، میں بھی
گواہی دیتا ہوں کہ میرا باپ صرف منگولی زبان جانتا تھا۔"

درویش نے ایک بار پھر اصرار کیا: "لیکن خانِ اعظم نے یہ حکم مجھے
ترکی ہی زبان میں دیا تھا۔"

خاقان نے کہا: "اچھا اگر تو سچا ہے تو اس کی تصدیق ایک طریقہ سے
ہو جائے گی۔"

اس کے بعد خاقان نے تولوئی کو حکم دیا: "تولوئی! تو اسی وقت
اس درویش کی گردن مار دے۔ اگر خانِ اعظم اس کو ہم سب سے زیادہ معتمد
سمجھتا ہے تو وہ اس کو بچانے آ جائے گا اور اگر یہ جھوٹا ہے تو یہ جینے کے حق
اور عزت اور طاقت سے محروم ہو جائے گا۔"

تولوئی اپنی جگہ سے اٹھا اور تلوار سنبھال کر درویش کی طرف
بڑھا۔ سیورقطنی نے خاقان سے درخواست کی: "خاقان! میرے شوہر کو
اس حرکت پر مامور نہ کیا جائے تو بہتر ہے یہ درویش ہے اور درویش کی
بددعا سے میں بہت ڈرتی ہوں۔"

تولوئی اپنی بیوی سے برہم ہو گیا، بولا: "سیورقطنی! ابھی ایک
دن پہلے ہم ... غلطیوں کی سزا بھگت چکے ہیں، اب یہ نئی غلطی کیوں
کر رہی ہے؟"

سیورقطنی خاموش ہو گئی اس نے اپنا سر جھکا لیا اور دونوں
آنکھیں بند کرکے کانوں میں انگلیاں دے لیں کیونکہ وہ درویش کے قتل کا
منظر اپنی آنکھوں سے دیکھنا اور موت سے پہلے کی سسکیاں اور چیخ پکار
نہیں سننا چاہتی تھی۔

درویش معافی چاہتا تھا مگر تولوئی کے بھرپور وار نے اس کو
مہلت ہی نہ دی۔ اس کا سر اس کے جسم سے الگ ہو کر خیمے کی دیوار سے
ٹکرا کر گرا اور دھڑ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔

☆☆

سیورقطنی نے اپنے خیمے میں داخل ہوتے ہی تولوئی سے جھگڑنا
شروع کر دیا: "تولوئی! میں تم سے عشق کی حد تک محبت کرتی ہوں مگر
آج تم نے میرا کہنا نہیں مانا، مجھے یوں لگا جیسے آپ پر بہت بڑا ظلم کیا جا رہا ہے، وہ
درویش تھا اور درویش کی بددعا معلوم نہیں کس شکل میں ظاہر ہو کر ہمیں
پریشان کرے۔"

تولوئی نے جواب دیا: "سیورقطنی! میں خاقان کا چاکر ہوں، وہ مجھے
جو حکم بھی دے گا میں اس کی تعمیل کروں گا اگر وہ مجھ کو میری بدقسمتی کے بعد حکم
دے کہ میں تجھے اور تیرے بیٹوں کو قتل کر دوں تو میں اس کا یہ حکم بھی بجا
لاؤں گا۔"

سیورقطنی خاموش ہو گئی۔ کیونکہ اس کے بعد اب کہنے کے لئے کچھ رہ
ہی نہیں گیا تھا۔

جب ذرا سکون میسر آیا اور شب و روز آرام کرتے گزرنے لگے تو ایک
ایسا شخص خاقان کی خدمت میں حاضر ہوا، جو خانِ اعظم کا سب سے زیادہ معتمد
اور وفادار تھا۔ اس کی بہادری اور چالاکی خانِ اعظم کے دل و دماغ پر ثبت
نقش تھی۔ یہ شخص تاریخ میں ڈر رکھنے والے قبیلے کا نامی گرامی فرد سوبدائی بہادر
تھا۔ اس نے ابھی تک خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ اس نے مجلس مشاورت اور ضیافت
تک میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ خانِ اعظم کی موت نے اسے مغموم اور افسردہ کر
دیا تھا۔ وہ ڈھائی سال چپ رہنے کے بعد یہ منگول بہادر ایک بار پھر حرکت
میں آیا۔ اس کو اردوئے معلّی والے خانِ اعظم کا اورلوق (خانِ اعظم کا شاہین)
کہتے تھے۔

سوبدائی بہادر اچانک خاقان کے خیمے میں داخل ہوا۔ خاقان نے اسے
وہی عزت دی جو خانِ اعظم دیا کرتا تھا۔

سوبدائی بہادر خاقان کے روبرو دو زانو بیٹھ گیا اور پوچھا: "کیا
خاقان نے اپنی ذمے داریاں پوری کر دیں؟"

خاقان اس کا مطلب نہیں سمجھا، پوچھا: "خانِ اعظم کے اورلوق!
تو کیا کہنا چاہتا ہے؟"

سوبدائی بہادر نے کہا: "کیا خاقان کا کام پورا ہو گیا؟ حالانکہ ابھی بہت
کام ہیں۔ خاندانِ زریں بڑے اطمینان سے حکومت کر رہا ہے وہ ہم سے ذرا بھی خوفزدہ
نہیں، میں نے تو یہاں تک سنا ہے کہ وہ ہمارا مذاق اڑاتے ہیں۔"

خاقان نے جواب دیا: "میرا خیال ہے کہ جو علاقے فتح کئے جا چکے ہیں
اب ہمیں ان کے نظم و نسق میں لگ جانا چاہئے۔"

سوبدائی بہادر نے کہا: "خاقان! دونوں کام جاری رہیں دنیا کی بادشاہت
منگولوں کو اپنے قدموں میں ڈال دو اور مفتوحہ علاقوں کا نظم و نسق سدھار دو
یہی ہمارا نصب العین ہونا چاہئے۔"

خاقان نے کسی قدر بے دلی سے کہا: "سوبدائی بہادر! آج کل ہمارے
پڑوسی خطرناک ہیں......"

سوبدائی نے بات کاٹ دی: "یہ بہتر ہے خاقان اپنا نظم و نسق [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

حسن و شباب کی تعریفیں کرتا پھر رہا ہے اور درویش جھوٹے سچے خواب بیان
کرکے افراتفری اور انتشار پیدا کرنا چاہتا تھا ——— میں
معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ خاقان! اردوئے معلّی کو عروج
دو۔ بس یہی ایک طریقہ رہ گیا ہے اردوئے معلّی کو کارآمد بنانے کا؟"

خاقان نے اپنے بھائیوں کو طلب کیا اور ان کے سامنے سوبدائی بہادر
کی تجویز رکھی۔ چغتائی اور تولوئی نے اس سے بالکل اتفاق کیا اور خاصے جلنے
کے بعد یہ طے پایا کہ اب منگولوں کی یلغار مشہورِ زمانہ دیوارِ چین کے اس
پار کن خاندان کے خلاف ہونی چاہئے؟

جب خاقان کو یہ احساس ہوا کہ وہاں بڑی دولت ہے اور اس
دولت کو بھی خاقان کے خزانے میں ہونا چاہئے تو اس نے اپنے لشکر کو تیاری
اور کوچ کا حکم دے دیا۔ اس لشکر میں تولوئی بھی تھا اور اس کو میمنہ اور میسرہ
پر ایک مہم حاکم بنا دیا گیا تھا اس نے بڑی رد و قدح سے یہ عہدہ قبول کیا تھا۔
اردوئے معلّی کے ساتھ خاقان بھی تیار ہو گیا۔ چغتائی کو اپنے ساتھ نہیں
لیا گیا تھا کیونکہ خاقان کو اپنے پیچھے قراقرم میں کسی کو تو چھوڑنا ہی تھا۔

اب خاقان دیوارِ چین کے اس پار خاندانِ زریں کے شہنشاہ پر
فیصلہ کن ضرب لگانا چاہتا تھا اس مہم کی ساری منصوبہ بندی منگولوں کے
شہباز سوبدائی بہادر نے کی اس نے میسرے کی کمان تولوئی کے سپرد کی اور
کہا: "وہ دیوارِ چین کا طویل چکر کاٹ کر حریف کے عقب میں پہنچ جائے تاکہ
جب سوبدائی اپنے اردو کے ساتھ دشمن کے سامنے پہنچے تو وہ پچھلی طرف سے وار
کے بیچ میں آ چکا ہو۔"

تولوئی نے پوچھا: "جب میں ان کے عقب سے نمودار ہو جاؤں گا تو
مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

سوبدائی بہادر نے جواب دیا: "دشمن سے لڑنے کے بجائے تم ٹھکانے
کی کوشش کرنا کیونکہ وہ آرام پسند شہری ہیں، مقابلے کی ہمت ہار دیتے
ہیں اس کے بعد انہیں شکست دینا آسان ہو جائے گا۔"

تولوئی کی خواہش تھی کہ اسے قراقرم ہی میں رہنے دیا جائے لیکن
خاقان نے اسے اپنے ساتھ رکھا کیونکہ سیورقطنی اس سے بے حد مانوس تھی
سوبدائی اور خاقان بڑی تیزی سے شمالی چین میں داخل ہو گئے
انہوں نے چھوٹے چھوٹے قلعوں کو مسمار کر دیا اور کسی خطرناک اور پریشان کن
مزاحمت کے بغیر ہی سپہ سالاروں کو شکستیں دے دی گئیں۔ جب پسپا ہو
کر پیچھے ہٹے تو اسی وقت تک تولوئی بھی ان کے عقب میں پہنچ چکا تھا چنانچہ
چینی سپاہ ان دونوں کو دھکیلنے کر شرق کے شاندار قلعہ بند شہر
کائی فینگ میں داخل ہو گئی۔ خاقان اور سوبدائی نے ان کا تعاقب جاری رکھا
اور کائی فینگ کی فصیل کے سامنے خیمے نصب کرکے بیٹھ گئے یہیں ایک دن
تولوئی بھی اپنے اردو کے ساتھ نمودار ہوا اور خاقان کے خیمے کے دروازے پر گھوڑے سے اتر کر
بار یابی کی اجازت چاہی۔ اوغدائی اپنے بھائی کو اپنے سامنے دیکھ کر بہت خوش ہوا
تولوئی بھی اپنے بھائی سے مل کر بہت خوش ہوا لیکن اس نے یہ
بھی محسوس کیا کہ خاقان کی آواز اور حرکات و سکنات میں پہلے جیسا.....
جوش و خروش نہیں ہے وہ بات کرتا ہے تو آواز اس کا ساتھ نہیں دیتی
تولوئی گھبرا گیا پوچھا: "خاقان کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

خاقان نے اپنے خیمے سے ہر کسی کو نکال دیا اور اس کے بعد نحیف
آواز میں کہا: "تولوئی! اپنے کان میرے منہ کے قریب تو لا۔ میں تجھ سے
بڑی اہم باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

تولوئی کی وحشتوں میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا اس نے اپنا دایاں
کان خاقان کے منہ پر رکھ دیا۔ وہ آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا: "تولوئی! اس
وقت میں خاقان نہیں، بلکہ تیرا بھائی اوغدائی ہوں۔ میں اندر ہی اندر ختم
ہو رہا ہوں، میں نے خواب میں دیکھا کہ جاودانی نیلے آسمان کا دروازہ
کھل گیا اور میں اس میں داخل ہو کر دوسری طرف نکل گیا۔ شاید میں مر رہا ہوں۔"

تولوئی نے لاکھوں انسانوں کو مرتے ہوئے دیکھا تھا اور اس کا
پتھر دل کبھی بھی نہیں پسیجا تھا مگر اس وقت اوغدائی کو اس حال میں دیکھ
کر وہ کانپ گیا، پوچھا: "بھائی! آپ پر کسی نے کوئی سحر تو نہیں کر دیا؟
کیا آپ نے اس سلسلے میں اپنے شامانوں (ساحروں) سے کوئی مدد نہیں لی؟"

اوغدائی نے جواب دیا: "اب تو میرے بس میں آگیا ہے اب تو تو
ہی میرے تمام (معالج ساحر) بلا لے اور ان سے میرا علاج کرا۔"

تولوئی بدحواس اور پریشان باہر نکلا اور لمحوں میں جادوگر طبیب جمع
ہو گئے انہوں نے اوغدائی کو خوب اچھی طرح دیکھا اور خاقان کے خیمے کے
چاروں طرف کیلیں گاڑ کر اس کے جنوبی رخ والے دروازے پر بیٹھ کر زور زور
سے ڈھول پیٹنے لگے۔ خاقان نے ہدایت کی کہ اس کی بیماری کی خبر دشمنوں تک
نہیں پہنچنی چاہئے۔

کافی دیر تک ڈھول پیٹنے کے بعد چند شامان ایک چشمے سے پانی بھر
لائے۔ وہ شامان دیوار کی پتلی پتلی لکڑیاں لائے اور اس سے خاقان کے خیمے
میں جھاڑو دی۔ جب یورت کو پاک صاف کر لیا گیا تو چشمے کے پانی میں بکری
کا دودھ اور شراب کو ملا دیا گیا اور اس محلول کو ہانڈی میں ڈال کر آگ پر چڑھا
دیا گیا۔ متواتر تین جوش کے بعد اسے اتار دیا گیا اور اس آمیزے سے اوغدائی
کے بیمار جسم کو دھو دیا گیا۔ شامانوں نے کہا: "خاقان کے جسم سے چمٹے ہوئے
آسیب کو دھو دیا گیا اب خطرہ ٹل گیا۔"

تولوئی یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا وہ آگے بڑھا اور
شامانوں سے ہانڈی لے لی۔ اس نے ہانڈی میں جھانک کر دیکھا اس میں وہ
محلول اب بھی موجود تھا۔ تولوئی نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "جاودانی
آسمان! تو خوب جانتا ہے کہ اوغدائی سے زیادہ خون میری گردن پر ہے میں
نے بڑی خونریزی کی ہے اگر اس بیماری نے اوغدائی کو اپنے پاس بلا لیا ہے تو یہ
حسین ہے تو دیکھ، یہ تو بہت زیادہ خطرناک ہے اگر تو نے اوغدائی کے
لیے دروازہ کھول دیا ہے تو اسے کھلا رکھ اور اوغدائی کو اچھا کر دے اور اس
دروازے سے مجھ کو نکل جانے دے۔"

اس کے بعد توولی نے سارا معمول پی لیا۔ اس وقت اوغدائی پر غشی طاری تھی۔ شامان یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے اعلان کر دیا: ”اب خاقان اچھا ہو جائے گا مگر توولی کی زندگی خطرے میں ہے۔“

ایک دن اور ایک رات مدہوشی میں رہنے کے بعد اوغدائی کو ہوش آیا لیکن اس کے بعد توولی کی حالت بگڑ گئی۔ جب خاقان کو کسی نے بھی یہ نہیں بتایا کہ توولی نے اپنے خاقان بھائی کے آسیب کو پیٹ میں اتار لیا ہے۔

صحت یاب ہونے کے بعد خاقان نے اس مہم کی ذمے داریاں... سوبدائی بہادر کو سونپ دیں اور خود اپنے اردو کے ساتھ قراقرم کی طرف چل پڑا۔ بیماری کی حالت میں توولی بھی ساتھ ہی چل رہا تھا جب یہ لوگ دریائے اونان کے منبع پر پہنچے تو توولی اپنے آخری سفر پر روانہ ہو گیا۔ آسمان کے کھلے دروازے سے دوسری طرف نکل گیا۔

توولی کی موت نے اوغدائی کو دیوانہ سا کر دیا اور جب شامانوں نے یہ بتایا کہ توولی نے خاقان کی بیماری پی لی تھی تو اس کو بہت ہی دکھ ہوا اور غم غلط کرنے کے لئے بے تحاشا شراب پینے لگا۔ قرلوق کو غم سے زیادہ خوشی تھی کہ اب سیورقتلی اسے بخوشی قبول کرے گی۔

قراقرم میں داخل ہونے کے بعد خاقان کے لئے مشکل ترین مرحلہ تھا۔ سیورقتلی کو توولی کی موت کی خبر کس طرح سنائی جائے۔ جب وہ قرلوق کے پاس جانے کے بجائے سیورقتلی کے پاس پہنچا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ سیورقتلی کا چہرہ غم سے شکستہ ہو رہا تھا اور اس نے ماتمی لباس پہن رکھا تھا۔

خاقان نے اٹک اٹک کر پوچھا: ”کیا سیورقتلی! تجھے سب کچھ معلوم ہو گیا؟“

سیورقتلی نے جواب دیا: ”ہاں مجھے سب کچھ معلوم ہو گیا اور یہ بھی کہ وہ خاقان کی بیماری پی کر آسمان کے دروازے سے دوسری طرف نکل گیا۔“

خاقان کا دل پھٹا جا رہا تھا۔ آہستہ سے کہا: ”سیورقتلی! جو کچھ ہوا اس کا مجھے دکھ ہے میں تیری ہر خواہش پوری کر سکتا ہوں۔ تو اپنے ہونٹ تو ہلا۔“

سیورقتلی نے جواب دیا: ”میرے پاس خاقان کا دیا بہت کچھ موجود ہے اس سے زیادہ کی ہوس نہیں۔“

خاقان اس موقعے پر قرلوق کا نام لینا چاہتا تھا مگر نہیں لے سکا کیونکہ اس کے خیال میں اس بات کے لئے یہ مناسب موقع نہیں تھا کئی دن بعد وہ قرلوق کو لے کر سیورقتلی کے پاس پہنچا اور ٹھہر ٹھہر کر کہا: ”سیورقتلی! میں تجھ کو افسردہ اور اداس دیکھ کر بے چین ہو جاتا ہوں۔ یہ جو میرے پیچھے قرلوق کھڑا ہے کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ تم دونوں ایک ہو جاؤ اور اس جان لیوا غم کو بھول جاؤ۔“

سیورقتلی نے نظر اٹھا کر خاقان کی طرف دیکھا۔ پوچھا: ”یہ خاقان کا حکم ہے یا خواہش؟“

خاقان نے جواب دیا: ”یہ میری خواہش ہے۔“

سیورقتلی نے نظریں جھکا لیں اور آہستہ آہستہ کہنے لگی: ”خاقان محترم! میں صرف یہ بات قرلوق سے ——— بارہا کہہ چکی ہوں کہ میں توولی سے عشق کی حد تک محبت کرتی تھی۔ میں اپنی اس بات پر اس وقت بھی قائم ہوں۔ دوسری بات کہ میں قرلوق سے اپنے حسن و شباب کی تعریفیں سن کر خوش ہو جایا کرتی تھی۔ تو توولی کے بعد اب اس کی بھی ضرورت نہیں رہی۔ اب میں اپنے چار بچوں کی ماں ہوں، بیوی کسی کی بھی نہیں۔“

خاقان نے مبہم اور اشارتی انداز میں پوچھا: ”اور خواہش؟ طلب کسی اور کی طلب، اس کا کیا کرے گی؟“

سیورقتلی نے جواب دیا: ”خاقان اعظم! اس سلسلے میں توولی نے مجھے جو کچھ بھی دیا ہے اب میں اس سے زیادہ کی بات تو درکنار، اس کے بارے میں کبھی نہیں سوچ سکتی۔“

خاقان نے کہا: ”اچھا تو سیورقتلی! تو نے ابھی جو کچھ کہا ہے اس پر آخر تک قائم رہنا۔“

سیورقتلی نے جواب دیا: ”خاقان محترم! میں تو اس پر قائم رہوں گی مگر آپ بھی قرلوق کو سختی سے منع کر دیجئے کہ وہ آئندہ نہ تو مجھ سے ملے اور اگر کہیں اتفاقیہ ملاقات ہو بھی جائے تو وہاں وہ میرے حسن و شباب کی تعریف نہ کرے۔“

خاقان نے اس عورت کو بڑے غور سے دیکھا اور آہستہ سے کہا۔ ”جاودانی آسمان کی قسم! میں نے اتنی شاندار اور باوقار عورت آج تک نہیں دیکھی۔“

وہاں سے واپس آ کر خاقان نے قرلوق کو سمجھا دیا کہ ”خبردار! جو اب تو سیورقتلی کے پاس گیا اس مظلوم عورت نے مجھے صاف صاف یہ بتا دیا ہے کہ وہ توولی کی موت کے بعد اپنے حسن و شباب کی تعریفیں نہیں سننا چاہتی۔“

قرلوق نے پوچھا: ”لیکن میں اس سے شادی تو کر سکتا ہوں؟“

خاقان نے جواب دیا: ”شادی بھی نہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتی ہے کہ توولی نے اسے جو اور جتنی خوشیاں دی ہیں، وہ کوئی اور نہیں دے سکتا۔“

قرلوق نے کہا: ”شاید وہ پاگل ہو گئی ہے۔ خیر! خاقان کا حکم سر آنکھوں پر۔“

لیکن جب وہ یہ کہہ کر لوٹا تھا تو اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا، اور آنکھیں ابلی پڑ رہی تھیں۔ گویا پتھر پگھل رہا تھا اور بادِ سموم سے شبنمی قطرے ٹپک رہے تھے۔

upload by salimsalkhan